تاریخ کے جھروکے سے ایک نڈر، بے باک اور دلیر کی دلیرانہ بہادری اور حملوں کے حالات وواقعات

احمد شاہ ابدالی

اسلم راهی (ایم۔اے)

پبلشرز : ادارہ کتاب گھر
کمپوزنگ : MAK کمپوزرز، ٹاؤن شپ، لاہور

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

پیش لفظ

تاریخ ایک آیئنہ ہے جس کے اندر قوموں کا ماضی جھانکتا ہے۔ اگر قومیں اور افراد ماضی سے اپنے حال کا تقابلی جائزہ لیں تو اس سے آزمودہ غلطیوں سے بچ کر افراد اور قومیں فلاح حاصل کرسکتی ہیں۔ اسی بنا پر ادارہ کتاب گھر نے قوم کو ماضی کی جھلک دکھانے کی خاطر تاریخی موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ اسلامی تاریخی کہانیاں اردو ادب کا ایک اہم حصہ ہیں۔ مسلمانوں کے درخشندہ ماضی کا حال سناتی، ہمارے اسلاف کے کارناموں سے مزین، اسلامی تاریخی کہانیاں اور ناول ہر دور میں مقبول رہے ہیں۔ اس میدان میں جن مصنفین نے اپنا لوہا منوایا ان میں نسیم حجازی، ایم اسلم، قمر اجنالوی، الیاس سیتاپوری اور اسلم راہی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اسلم راہی دورِ حاضر کے اسلامی تاریخی ناولوں کے مقبول مصنف ہیں۔ انہوں نے ۹۰ سے زائد ضخیم ناولوں کے علاوہ پچاس اہم شخصیات پر کتابچے بھی تحریر کر چکے ہیں۔ ان کے مقبول ناولوں میں سے چند ایک، عقاب، صقلیہ کا مجاہد، اندھیروں کے ساربان، ابلیکا، بنت نیل، سراج منیر، آخری حصار، طلسم کدہ، سنہری غول، آتش فشاں اور بابل کا بت، ہیں۔ ان ضخیم ناولوں کے علاوہ، بے شمار مختصر کہانیاں بھی مختلف ڈائجسٹ و رسائل میں چھپتی رہی ہیں۔

ماضی میں بڑے بڑے مسلمان فاتحین بام عروج پر نظر آتے ہیں اور آج بھی دنیا کے باشعور لوگ ان مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کے نام کی مثال ان کی بہادری، رحمدلی اور انصاف کے متعلق دیتے ہیں۔ انہی فاتحین میں ایک نام احمد شاہ ابدالی کا بھی آتا ہے۔ اس کی بہادری نیک نیتی اور ظلم کے خلاف دوسروں کی مدد کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے احمد شاہ ابدالی کو کم سنی ہی میں بام عروج پر پہنچا کر نیکی کا صلہ ایک عظیم فاتح کی شکل میں دیا۔

آپ کی رائے کی انتظار رہے گا۔ آپ بھی اگر اپنی پسندیدہ کتاب ''کتاب گھر'' پر دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ای میل کیجیے یا اسکی کمپوزنگ ہمیں بھجوائیں ہم اسے آپ کے نام کے ساتھ آن لائن کریں گے۔ ہمیں آپ کی آراء، تنقید اور مشوروں کا انتظار رہے گا۔

حسن علی خان

ادارہ کتاب گھر

احمد شاہ ابدالی

احمد شاہ ابدالی کا نام ماں باپ نے احمد خان رکھا تھا اس کے باپ کا نام زمان خان تھا اور ماں کا نام زرغونہ علی کوزی تھا اس کا باپ سیدوزئی قبیلے کا سردار تھا اور کہا جاتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی ملتان میں پیدا ہوا اس کی تاریخ پیدائش سے متعلق اختلافات ہیں تاہم کچھ مؤرخین بتاتے ہیں کہ وہ 1722ء میں ملتان کے مقام پر پیدا ہوا۔

احمد شاہ افغانوں کے ابدالی نام کے قبیلے کا فرد تھا ابدالی قبیلہ ابدال کے نام سے منسوب ہے اور ابدال ایک شخص جس کا نام قس تھا اس کے خاندان کی نسل کا پانچواں فرد تھا قس ایک یہودی خاندان کا فرد تھا اس نے حضور ﷺ کے دور حیات میں اسلام قبول کر لیا تھا مسلمان ہونے کے بعد اس کا نام عبدالرشید رکھا گیا تھا۔

جیسا کہ مسلمانوں کا معمول ہے کہ وہ نومسلموں کے اسلامی نام رکھ دیتے ہیں ابدال نام کا شخص شرف الدین کا پوتا تھا جس کا باپ عبدالرشید کا بڑا لڑکا تھا۔ ابدالی یا درانی قبیلے کے لوگ ایک شخص ابدال کی پہلی بیوی کی اولاد سے تھے احمد شاہ نے برسر اقتدار اور عروج پر آنے کے بعد یہ نام اختیار کر لیا تھا بعد میں اس کے خاندان اور اولاد نے بھی اسے اپنے نام کا ایک جز بنائے رکھا۔

ابدال کا ایک پوتا سلیمان تھا جو عیسیٰ کا بیٹا تھا سلیمان کو زیرک کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا یہ نام عرف کے طور پر استعمال ہوتا تھا اسی سلیمان کی نسل سے پوپلزئی، بارکزئی، علی کوئی زئی، موسیٰ زئی قبیلے تعلق رکھتے ہیں۔

ملتان (پاکستان) میں موجود احمد شاہ ابدالی کی جائے پیدائش

احمد شاہ ابدالی کا باپ کبھی ہرات کا گورنر تھا جو اپنے بیٹے احمد کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہی فوت ہو گیا اس خاندان کے لئے یہ زمانہ بڑا نامساعد تھا احمد شاہ کی ماں زرغونہ اپنے اس نومولود بیٹے کی سلامتی کے لئے بہت زیادہ فکر مند رہنے لگی تھی چنانچہ علی زئی قبیلے کے حاجی اسماعیل کی پناہ میں چلی گئی اور پناہ میں جانے کے لئے شرط یہ رکھی گئی کہ زرغونہ اپنی بیٹی یعنی احمد شاہ ابدالی کی بہن اسماعیل سے بیاہ دے گی جو علی زئی قبیلے کا سردار ہونے کے ساتھ ساتھ ہرات شہر کا نیا حاکم نامزد ہوا تھا۔علی زئی قبیلے کے سردار اور حاکم ہرات اسماعیل خان نے احمد شاہ کی طرف پوری توجہ مبذول کی اور اسے اس کی پرورش کے لئے سبزوار شہر بھجوا دیا گیا۔

احمد شاہ نے اپنی دس برس کی عمر کا زمانہ کہاں اور کس طرح بسر کیا اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے اس کے بعد احمد شاہ اچانک اپنے بھائی ذوالفقار کے ساتھ اس وقت تاریخ کے اوراق میں نمودار ہوتا ہے جب دونوں بھائی اپنے دشمنوں سے مات کھانے کے بعد اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگتے ہیں اور قندھار کا رخ کرتے ہیں قندھار کا حاکم ان دنوں ایک شخص امیر حسین تھا اس نامہربان شخص نے احمد شاہ ابدالی اور اس کے بڑے بھائی ذوالفقار خان کو پناہ دینے کے بجائے دونوں بھائیوں کو زندان میں ڈال دیا۔

اس کے بعد ایران کا بادشاہ نادر شاہ بنا اس نے اپنے دورِ حکومت میں جب داغستان کے علاقے پر حملے شروع کیے تو ان حملوں کے دوران ابدالیوں نے اسکے لئے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اس وقت ابدالیوں کا سردار اللہ یار خان تھا نادر شاہ نے ابدالیوں کی خدمات سے خوش ہو کر ان سے وعدہ کیا کہ ابدالی جو مانگیں گے وہ پائیں گے اس لئے کہ داغستان کی مہم میں انہوں نے نادر شاہ کیلئے بڑی عمدہ خدمات انجام دی ہیں۔

جب اللہ یار خان کو نادر شاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو نادر شاہ نے اس سے پوچھا مانگو کیا مانگتے ہو اس موقع پر ابدالیوں کے سردار اللہ یار نے اپنے لئے تو کچھ نہ مانگا اس نے کہا کہ انہیں ان کا وطن افغانستان دے دیا جائے ساتھ یہ بھی استدعا کی کہ وہ تمام ابدالی جنہیں گزشتہ دور کی مختلف

مہموں کے دوران افغانستان سے نکل کر دوسرے علاقوں کی طرف جانا پڑا تھا انہیں بھی واپس آنے کی اجازت دے دی جائے۔

نادر شاہ نے اس استدعا کو قبول کر لیا افغانوں کا علاقہ ان کے حوالے کر دیا وہ بذات خود قندھار پہنچا اس وقت ذوالفقار خان اور اس کا چھوٹا بھائی احمد خان دونوں قندھار میں قید تھے نادر شاہ نے ان دونوں کو آزادی عطا کی کیونکہ نادر شاہ کو حاجی اسماعیل خان علی زئی کا بڑا پاس خاطر ملحوظ تھا اور یہ حاجی اسماعیل خان ذوالفقار خان اور احمد خان کا بہنوئی تھا۔

نادر شاہ نے احمد شاہ کے ساتھ خاص طور پر بہت اچھا برتاؤ کیا اس نے اپنے خزانے سے ایک بہت بڑی رقم احمد شاہ کے حوالے کی تا کہ اپنا اور اپنے بھائیوں کا معیار حیات درست کر سکے۔ اس کے علاوہ نادر شاہ نے اسے مازندان کی حکومت بھی سونپ دی اس طرح نادر شاہ نے داغستان کی مہم کے دوران ابدالیوں کے کارہائے نمایاں کی وجہ سے جو وعدہ ابدالیوں سے کیا تھا وہ پورا کر دیا۔

اس موقع پر نادر شاہ نے احمد شاہ ابدالی کے چچا عبدالغنی خان کو قندھار کا حاکم بھی بنا دیا تھا دوسرے ابدالی سرداروں کو، دریشک بست اور دوسرے بہت سے علاقوں پر عامل مقرر کیا اس کے علاوہ ابدالیوں کے خلاف گزشتہ جنگوں میں جو ابدالی ہجرت کر کے نیشاپور مشہد، دامغان، خراسان اور دوسرے علاقوں کی طرف چلے گئے تھے وہ بھی نادر شاہ کے حکم پر واپس آ کر اپنے علاقوں میں بود و باش اختیار کرنے لگے۔

احمد شاہ ابدالی کی شخصیت سے نادر شاہ اتنا متاثر ہوا کہ اسے اپنے محافظ دستوں میں شامل کر لیا اس وقت احمد شاہ ابدالی کی عمر صرف سولہ برس کی تھی اس عمر میں کسی شخص کا کسی شہنشاہ کا نگہدار مقرر ہونا ایک بہت بڑا منصب خیال کیا جاتا تھا۔ اس اعزاز کی بدولت احمد خان، احمد شاہ بنا اور اسے وہ سربلندیاں حاصل ہوئیں جن کا وہ خود بھی تصور نہیں کر سکتا تھا۔

اس اعزاز کا نتیجہ تھا کہ وہ سائے کی طرح نادر شاہ کے ساتھ رہنے لگا جہاں نادر شاہ جاتا وہ بھی اس کے ساتھ ہوتا۔ نادر شاہ نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو احمد شاہ ابدالی اس کے ساتھ تھا دوسرے مقامات پر بھی جنگی مہمات میں احمد شاہ ابدالی نے شرکت کی اور ہر موقع پر اس نے اپنی شجاعت اور دلیری کا ثبوت دیا اس کی ان کارروائیوں نے نادر شاہ کے دل میں اس کی عزت اور اس کے وقار میں اور بھی زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

احمد شاہ نے نادر شاہ کی خدمت اس وفاداری کا جانثاری اور دلسوزی سے کی کہ بہت جلد نادر شاہ نے اسے اپنے محافظ دستوں کے سالار کے ساتھ ساتھ اپنے سارے خزانے کا نگران اور امین بھی مقرر کر دیا تھا۔

احمد شاہ کی خوبیوں اور صفات سے نادر شاہ اس درجہ متاثر تھا کہ اس نے کئی بار بھرے دربار میں اپنے امراء اور سلطنت کے دوسرے سرکردہ لوگوں اور سرداروں کے سامنے بغیر کسی جھجک کے صاف اور شگاف الفاظ میں احمد شاہ کو خراج تحسین پیش کیا اس نے اپنے سرداروں پر یہ بھی انکشاف کیا کہ ایران خراسان اور ہندوستان کے کسی مقام پر بھی اتنا ذہین اور صلاحیتوں سے بھرپور وفادار اور بہادر نوجوان اسے نہیں ملا اس کے بعد نادر شاہ نے احمد شاہ کے مرتبے اور عزت میں اور اضافہ کیا پہلے وہ اس کے محافظ دستوں کا سالار تھا پھر خزانے کا محافظ بنا اور اب نادر شاہ نے اسے اپنے شاہی حرم سرا کا ایک طرح سے محافظ بھی مقرر کر دیا تھا۔

نادر شاہ جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور ہندوستان کے بادشاہ محمد شاہ کو اپنے سامنے زیر کر لیا اور دہلی کے شاہی قلعے پر قابض ہو گیا تو

وہاں بھی احمد شاہ کی قدر و قیمت اس کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوا۔

ہندوستان کے بادشاہ محمد شاہ کا وزیر ایک شخص نظام الملک تھا وہ پہلے دکن کا حاکم ہوا کرتا تھا نادر شاہ نے جب دہلی کو فتح کیا تو احمد شاہ ابدالی بھی اس کے پاس تھا۔ کہتے ہیں یہ نظام الملک بڑا قیافہ شناس تھا جس وقت اس نے احمد شاہ کو پہلی بار دیکھا اس وقت احمد شاہ دیوانِ عام کے پاس دروازے کے قریب بیٹھا ہوا تھا نظام الملک نے اسے دیکھتے ہی اس کے متعلق کہا۔

''اس نوجوان میں بزرگی اور عظمت کے آثار دکھائی دیتے ہیں اس لئے میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ یہ نوجوان ایک روز ضرور تخت شاہی پر رونق افروز ہوگا۔''

ایران کا بادشاہ نادر شاہ بھی نظام الملک کے کمال قیافہ شناسی سے بہت اچھی طرح واقف تھا نظام الملک کے الفاظ نادر شاہ تک بھی پہنچ گئے لہٰذا اس نے فوراً احمد شاہ کو اپنے حضور میں طلب کیا احمد شاہ جب اس کے سامنے گیا تو نادر شاہ نے اپنی پیٹی سے خنجر نکالا اور اس کے کان میں خنجر کی نوک چھبوتے ہوئے چرکا لگایا اور کہنے لگا۔''جب تم بادشاہ بنو گے تو یہ چرکا تمہیں میری یاد دلائے گا۔''

مؤرخین اس کے علاوہ بھی احمد شاہ ابدالی کے متعلق ایک واقعہ لکھتے ہیں کہتے ہیں۔

ایک روز نادر شاہ اپنے طلائی تخت پر رونق افروز تھا اور موسم کی خوشگواریوں سے لطف اندوز ہو رہا تا کہ اس نے احمد شاہ ابدالی کو بلایا احمد شاہ آیا اور سراپا ادب بن کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا نادر شاہ نے اسے حکم دیا۔

''آگے آؤ۔''

احمد شاہ قریب ہوا تو نادر شاہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔''اور قریب آؤ۔''

احمد شاہ نادر شاہ کے ادب اور جلال واحترام کو پورے طور پر ملحوظ رکھتا ہوا اور قریب ہوا تو نادر شاہ نے ایک نظر اس پر ڈالی اور کہنے لگا۔''احمد خان یاد رکھو میرے بعد جب بادشاہت تمہارے ہاتھ آئے گی تو تمہارا یہ فرض ہے کہ نادر شاہ کی اولاد کے ساتھ زیادہ لطف اور مہربانی کا برتاؤ کرنا۔

احمد خان نے مؤدب ہو کر جواب دیا۔''میری تمنا تو یہ ہے کہ آپ پر قربان ہو جاؤں مگر اعلیٰ حضرت مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں میرا سر حاضر ہے ورنہ اس طرح کے ارشادات کا مطلب اور سبب کیا ہے۔''

جواب میں نادر شاہ نے کہا۔''میں اچھی طرح محسوس کرتا ہوں کہ تم ایک دن بادشاہ بنو گے اور میں پھر کہتا ہوں کہ میری اولاد کے ساتھ سب سے زیادہ اطاعت اور عنایت کا برتاؤ کرنا۔ نادر شاہ کے بعد احمد شاہ ابدالی نے نادر شاہ کی اس وصیت پر پوری راست بازی اور صداقت کے ساتھ عمل کیا جب وہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا تو پوری وفاداری کے ساتھ اس نے نادر شاہ کے الفاظ کا احترام کیا اس نے نادر شاہ کے جانشین اور پوتے شاہ رُخ کی پوری مدد کی اس طرح احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور نے شاہ رُخ کے بیٹوں کی ہر طرح سے مدد کی اور انہیں جیل سے نکال کر آزاد کیا احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور کے اس برتاؤ سے نادر شاہ کے اہل خانہ ایسے خوش ہوئے کہ انہوں نے اپنی ایک لڑکی اس سے بیاہ دی تھی۔

ان واقعات کے بعد نادر شاہ کی حالت یکسر ہی تبدیل ہو گئی وہ شک اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ بات بات پر بھڑک جاتا اور اپنے

مقربان بارگاہ تک کو معقوب قرار دے کرانہیں لرزہ خیز اذیتوں اور تکلیفوں کا نشانہ بناتا اس طرز عمل سے وفاداروں کے قدم بھی ڈگمگا گئے وران میں بھی باغیانہ جذبات پیدا ہو گئے اس چیز نے نادر شاہ کو اور زیادہ مشتعل کر دیا اور وہ ذرا ذرا سے شبہے پر قتل ہلاکت کا بازار گرم کرنے لگا۔

آخر ایک بار اصفہان سے یزد گرد اور کرمان کے لئے جاتے ہوئے جہاں کہیں بھی وہ پڑاؤ کرتا بہت سے لوگوں کو معتوب قرار دے کر طرح طرح کی اذیتیں دیتا اور بہت سوں کو ہلاک کر ڈالتا بعض دفعہ مقتولین کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی کہ ان کے سروں کا مینار تیار کر لیا جاتا تھا۔

کرمان میں اس نے جشن نوروز دھوم دھام اور تزک و احتشام سے منانے کے بعد مشہد کا رخ کیا تھا کہ اس کے لئے مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ سیتان میں اس کے بھتیجے علی قلی خان نے اس کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی۔ اس خبر نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور نادر شاہ کے ظلم اور جبر کے خلاف جو فضاء پیدا ہو گئی تھی وہ اور زیادہ شدید ہو گئی۔

علی قلی خان کی مدد کے لئے ان گنت کرد اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے شاہی محل کا محاصرہ کر لیا نادر شاہ کی برہمی اور اشتعال میں اس واقعے سے مزید اضافہ ہو گیا جو مجرم بغاوت اور شورش کے ہاتھ آئے انہیں اس نے موت کے گھاٹ اتارا اور وہاں سے نکل کر ایک جگہ فتح آباد چلا گیا جو وہاں سے چھ میل کے فاصلے پر تھا۔

ان دنوں ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے نادر شاہ کو کسی نامعلوم حادثے کا خطرہ اپنے سر پر منڈلاتا ہوا محسوس ہو رہا ہو اس نے اپنی حرم سرا میں ایک گھوڑا جس پر ہمہ وقت زین کسی رہتی تھی تیار رکھا اس کا ارادہ قلات چلے جانے کا تھا شاید وہ محسوس کر رہا تھا کہ حالات اس کے خلاف ہو رہے ہیں اور کسی وقت بھی اس کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے اس طرح وہ دوسری جگہ جا کر حادثے کو ٹالنے کا عزم رکھتا تھا۔

لیکن اس کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ اگر آپ اپنی مملکت کو چھوڑ کر دور دراز کے علاقوں کی طرف چلے گئے تو حالات زیادہ ناسازگار اور نامساعد ہو جائیں گے انہوں نے نادر شاہ کو یقین دلایا کہ وہ اس کے جانثار اور وفادار خادم ہیں اور اس کے سینے پر خون بہانے کے لئے تیار ہیں نادر شاہ کو یقین دلایا کہ وہ اس کے دشمنوں سے خواہ وہ کوئی بھی ہو اپنے آخری قطرہ خون تک جنگ کرتے رہیں گے۔

انہوں نے نادر شاہ کو یہ باور کرانے کی بھی کوشش کی کہ ان میں سے ایک متنفس بھی ایسا نہیں جو اس کا ساتھ چھوڑ جائے اس یقین دہانی کے بعد اس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور اچھی طرح محسوس کرنے لگا کہ اب وہ کسی قدر محفوظ ہے۔

نادر شاہ کے دربار میں قلی خان اور صالح خان سب سے زیادہ اس کے خلاف تھے اور یہی سب سے زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ اس کے خلاف کر رہے تھے ان میں سے ایک شخص یعنی قلی خان اس کے نگہبانوں کا امیر اعلیٰ تھا اور دوسرا خانہ داری کا سربراہ اور ذمہ دار تھا۔

صالح خان زیادہ خطرناک نہیں تھا کیونکہ اس کی ماتحتی میں کوئی لشکر نہ تھا لہٰذا اس کی مخالفانہ سرگرمیوں سے زیادہ اندیشہ نہیں کیا جا سکتا تھا اصل خطرہ قلی خان سے تھا اور اسی سے نادر شاہ خائف تھا۔ قلی خان بڑا تیز منچلا اور سراپا جوش عمل تھا اپنی بہادری اور دلیری کے باعث عوام میں مقبول اور مشہور بھی تھا اور سرکاری حکام اور اعمال سے اس کے تعلقات بھی بہت عمدہ تھے۔

اب نادر شاہ نے اپنے ہم وطن ایرانیوں پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چھوڑ دیا تھا اپنے پڑاؤ میں وہ ہر وقت چار ہزار افغان سپاہی اپنی حفاظت

کے لئے رکھتا تھا یہ نادر شاہ کے وفادار اور ایرانیوں کے خلاف دشمن تھے۔ بیس جون کو نادر شاہ نے اپنے سرداروں کو اپنے حضور طلب کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں اپنے نگہبانوں سے مطمئن نہیں ہوں البتہ تمہاری وفاداری اور دلیری کا مدعا اور قدر شناس ہوں میں حکم دیتا ہوں کہ صبح ہی صبح وہ سالار جو میرے وفادار نہیں ہیں ان کے حمایتوں کو گرفتار کر کے زندان کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دو، ان میں سے اگر کوئی مزاحمت کرے تو ذرا رعایت نہ کرو فوراً اس کو موت کے گھاٹ اتار دو یہ میری ذاتی سلامتی اور تحفظ کا سوال ہے اور میں زندگی کے تحفظ اور سلامتی کے بارے میں جن پر اعتماد کر سکتا ہوں وہ صرف تم اور تم ہو۔

یہ الفاظ نادر شاہ نے جس شخص سے کہے وہ احمد شاہ ابدالی تھا احمد شاہ ابدالی نے فوراً ہی نادر شاہ کے ان احکامات پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ کر لیا اور صبح کی معرکہ آرائی کی تیاریاں کرنے لگا اس نے اپنے آدمیوں کو اس معرکے کے لئے آمادہ کر لیا جو صبح پیش آنے والا تھا اور کوئی شبہ نہیں کہ وہ معاملہ حد درجہ خوفناک تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ نادر شاہ ایرانی افسروں کے قتل عام کے درپے تھا جو اس کی نظر میں مشکوک اور معتوب تھے لیکن قسمت کا فیصلہ کچھ اور تھا۔

نادر شاہ کی یہ ساری گفتگو ایک جاسوس کے کان میں پڑ گئی اور اس نے فوراً جا کر اس گفتگو کی تفصیل قلی خان سے کہہ دی جو نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے درمیان ہوئی تھی محمد قلی خان نے یہ باتیں صالح خان تک پہنچا دیں۔

اب وقت ضائع کرنے کے لئے ایک لمحہ بھی نہیں تھا فوراً ہی ان دونوں نے ایک خفیہ مجلس منعقد کی اور فیصلہ کر لیا کہ بغیر کسی تاخیر اور تذبذب کے جو کام کرنے کا ہے وہ یہ کہ اس خون آشام اور سفاک نادر شاہ کا خاتمہ کر دیا جائے۔

آدھی رات کے سناٹے میں ستر سربرآوردہ سردارانِ حکومت محمد قلی خان اور صالح خان اور محمد خان کا چار کے علاوہ موسیٰ بیگ افشار کی کمانداری میں نادر شاہ کے خیمے کی طرف آہستہ آہستہ بڑھے ان میں سے ستاون افراد خوف و دہشت کے باعث راستے ہی سے واپس ہو لیئے اور اپنے ساتھیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

صرف محمد قلی خان صالح خان نادر شاہ کے خیمے میں جانے کی ہمت کر سکے انہوں نے طے کر لیا کہ اپنا مقصد پورا کیئے بغیر واپس نہیں آئیں گے۔ خیمے میں داخل ہو کر صالح نے سب سے پہلے نادر شاہ پر تلوار کا وار کیا اور اس کے دونوں ہاتھ قطع کر دیئے اور قبل اس کے نادر شاہ جنبش بھی کر سکے محمد قلی نے ایک مہلک وار کر کے اس کی گردن اڑا دی تھی۔

اس کے بعد ان قاتلوں نے فیصلہ کیا کہ صبح تک نادر شاہ کے قتل کی خبر افشاں نہ ہونے پائے اور لشکر کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو تا کہ وہ ازبکوں اور افغانوں سے بالکل بے خبری کی حالت میں نمٹ سکیں لیکن اسی اثناء میں احمد شاہ ابدالی کو نادر شاہ کی بیوی کا ایک پیغام ملا یہ پیغام حرم سرا کی ایک باندی نے پہنچایا تھا اس پیغام میں اسے اس حادثے کی اطلاع کر دی گئی تھی۔

احمد خان کے پاس اس وقت چار ہزار ابدالیوں پر مشتمل ایک لشکر تھا جو بالکل چوکس تھا اور ہر طرح سے مسلح تھا اور ہر ہنگامی صورتِ حال کا

مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا تھا احمد شاہ اپنے آقا کے تحفظ اور سلامتی کے لئے ہر خطرہ مول لینے اور ہر قوت سے ٹکرانے کے لئے تیار تھا پہلے پہل تو احمد خان کو یقین نہ آیا کہ واقعی نادر شاہ قتل کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی وہ تیار رہا صبح ہوئی تو ابدالی لشکری ریلہ کر کے نادر شاہ کے خیمے میں گئے تا کہ اس کی لاش دیکھ سکیں اور اگر ہو سکے تو اس کے بے رحمانہ اور سفا کانہ قتل کا انتقام بھی لیں۔

ایرانی اپنی دھن میں لگے ہوئے تھے انہوں نے جو احمد شاہ ابدالی کا لشکر آتے دیکھا تو اس پر حملہ آور ہوئے لیکن احمد شاہ ابدالی کا لشکر ایرانیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے نادر شاہ کے خیمے تک پہنچ گیا وہ نادر شاہ کے خیمے میں داخل ہوا نادر شاہ کی انگلی سے شاہی انگشتری اتار لی نیز کوہِ نور ہیرا جو اس وقت نادر شاہ کے قبضے میں تھا جسے وہ ہندوستان سے لے گیا تھا وہ بھی لے لیا تھا اس کے علاوہ نادر شاہ کے پاس جتنی قیمتی اشیاء تھیں وہ سب پر اس نے قبضہ کر لیا اور نادر شاہ کی لاش کو آخری سلامی دی۔

شاہی خیمے میں اس وقت ہر طرف افراتفری شور غل اور ہنگامے کا عالم تھا اسی اثناء میں ایرانی لشکری شاہی املاک اور جائیداد کی فکر میں سرگرداں تھے دوسرے قبائل باہمی جنگ میں مبتلا ہو کر لوٹ کھوسٹ میں مصروف ہو گئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ اس حادثے کے صرف چار گھنٹے کے اندر اندر نہ کہیں شاہی خیمے کا نشان تھا نہ کہیں شاہی ہیرے جو ہرات اور دوسرے املاک کا پتہ تھا۔

نادر شاہ کا سر محمد قلی خان نے فوراً اس کے بھتیجے علی قلی خان کی طرف بھیج دیا اور مقتول کی خواہش کے مطابق قتل کے نویں روز اسے مشہد روانہ کر دیا گیا اور وہاں خیابان اعلیٰ میں اسے سپردِ خاک کر دیا گیا جو اسی مقصد کے لئے تعمیر ہوا تھا۔

قسمت کا لکھا پورا ہوا اور جس سفا کی اور بے دردی سے نادر شاہ دوسرے لوگوں کو قتل کیا کرتا تھا اس سے کہیں زیادہ سفا کی اور بے دردی کے ساتھ وہ خود قتل کر دیا گیا۔

☆☆☆

۱۷۴۷ء میں افغانستان کے شہر قندھار میں ہونے والی احمد شاہ ابدالی کی رسم تاج پوشی

نادر شاہ کی وفات سے افغانستان کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا اس باب کا سب سے بڑا اور ممتاز کارکن احمد شاہ ابدالی تھا جسے بجا طور پر جدید افغانستان کا معمار اور بانی کہا جا سکتا ہے وہ پہلا شخص تھا جس نے پہلی مرتبہ افغانستان کا جداگانہ سیاسی وجود قائم کیا جس نے اپنی قوم کو غلامی کی پستی سے نکالا اور آزادی کے تخت پر بٹھا دیا۔

نادر شاہ کی وفات کے وقت افغان چاروں طرف سے ایرانیوں کے حصار میں محصور تھے اور ایرانیوں کا برتاؤ اور سلوک ان کے سامنے مجرمانہ اور عداوت پر مبنی تھا۔ ایرانیوں نے ان پر تابڑ توڑ حملے کیے کہ یہ کسی طرح نادر شاہ کے خیمے تک نہ پہنچ سکیں لیکن وہ احمد شاہ کی قیادت میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے اور افغانوں نے ایسی یلغار کی کہ بلا آخر ایرانیوں کے حصار سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

نادر شاہ ہلاک ہو چکا تھا اور کوئی تخت شاہی کا دعویدار بھی موجود نہ تھا لہٰذا وفاداری کے منقسم ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا اب افغانوں کے لئے صرف ایک راستہ کھلا ہوا تھا اور وہ یہ تھا کہ وطن واپسی کا ارادہ کریں اور غیر ملکی جوئے سے نجات حاصل کر کے آزادی اور حریت سے بہرہ ور ہو جائیں۔

ان دنوں زیادہ تر افغان ایک شخص نور محمد خان علی زئی کی ماتحتی میں تھے جو نادر شاہ کا نامزد تھا اور قندھار کی فتح سے لے کر اب تک وہ فرماں روا چلا کرتا تھا لیکن اب صورت حال بالکل بدل گئی تھی نادر شاہ کی وفات نے اور ایران سے افغانوں کی قندھار کی طرف یورش نے پانسہ بالکل پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ اب افغانوں کے سامنے آزادی کی منزل مقصود تھی غیر ملکی اقتدار دم توڑ چکا تھا اس کا قائم کیا ہوا نظام اس کے عہدے اور اس کے آلہ کار سب ہی اپنا مقام کھو چکے تھے افغانوں نے ایک قومی لشکر تیار کر لیا جو ہر مخالف قوت سے ٹکرانے اور اس کی مزاحمت کرنے کا دم رکھتا تھا اب غیر ملکی اقتدار کا بھرم لحہ بہ لحہ کھلتا جا رہا تھا۔

ان حالات میں ابدالی یہ محسوس کرنے لگے کہ اپنا ایک سردار جلد از جلد منتخب کر لیں اور اس ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا جا رہا تھا یہ صحیح ہے کہ مشترک تحفظ اور سلامتی کے جال نے ابدالیوں کو چند دوسرے قبیلوں کے ساتھ باہم پیوست کر دیا تھا اور ان کی دوئی ختم کر کے انہیں مقصد متحد کیا جا رہا تھا۔

ان حالات کے پیش نظر ابدالیوں نے اپنا ایک جرگہ منعقد کیا جس میں قبیلے کے تمام سردار جمع ہوئے مقصد یہ تھا کہ یہ سب لوگ اپنا ایک قائد منتخب کر لیں۔

جرگے کے افراد نے بحث و گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے جب اپنا کوئی سردار مقرر کرنے کی کوشش کی تو یہ کام اتنا آسان نہیں تھا اس لئے کہ ہر قبیلہ آرزو رکھتا تھا کہ اس کا امیدوار اس منصب اعلیٰ پر فائز کیا جائے ہر قبیلہ بضد تھا کہ سرداری کا اعزاز اس کو حاصل ہو اور اس کشمکش میں پورے آٹھ دن گزر گئے اور مسلسل آٹھ روز تک جرگے کے اجتماعات منعقد ہوتے رہے۔

جرگے کی نویں نشست میں ایک شخص حاجی جمال خان نے جو محمد زئی قبیلے کا سردار تھا۔ رائے دہندگان کی اکثریت کو اپنی ذات پر متحد کر لیا لیکن باقی ماندہ اقلیت بھی کمزور نہیں مضبوط اور طاقتور تھی اس بناء پر پھر فیصلہ نہ ہو سکا اندیشہ محسوس ہونے لگا کہ شاید کوئی فیصلہ ہو بھی نہ سکے گا۔

احمد خان سیدوزئی ابدالیوں میں نسب اور خاندان کے اعتبار سے سب سے بالا اور اعلیٰ تھا وہ اس جرگے کی تمام ہنگامہ خیز نشستوں میں شرکت کرتا رہا تھا اور پورے ضبط تحمل اور سکون اور اطمینان کے ساتھ جھگڑنے والوں کی تمام باتیں اور ان کی ساری گفتگو سنتا چلا آ رہا تھا اور اس دوران تک اس کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلا تھا نہ ہی اس نے کوئی تجویز پیش کی تھی۔

اور عین اس وقت جب سردار کا انتخاب کرنے کے لئے گرم گفتاری اور تلخ کلامی کا وقت آ گیا تھا اور تلواریں نیام سے باہر نکلنے کے لئے تڑپ رہی تھیں اور لوگ خطرات محسوس کر رہے تھے کہ ایک شخص محمد صابر شاہ نے جس کو صابر درویش بھی کہتے ہیں دفعتاً احمد خان کا نام سرداری کے لئے پیش کر دیا اس نے کہا ان لادینی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا خدا نے احمد خان کو تم سب سے بڑا اور باعظمت آدمی پیدا کیا ہے افغان خاندانوں میں سب سے بالا اور برتر ہے خدا کی مرضی کے سامنے سر جھکا دو ورنہ یاد رکھو اس کی مشعیت سے سرتابی تمہیں کہیں کا نہ رکھے گی حاجی جمال خان محمد زئی جوان تمام سرداروں میں اس وقت جرگے کے اندر موجود تھے زیادہ طاقتور شخصیت رکھتا تھا اس کو اب تک سارے حاضرین میں زیادہ حمایت بھی حاصل تھی لیکن محمد صابر کا وہ الفاظ اس کے دل میں اتر گئے اور اس نے احمد خان کی شخصیت کے سامنے سر جھکا دیا اس نے محسوس کیا کہ سیدوزئی ہر اعتبار سے اعلیٰ اور بلند مرتبہ رکھتے ہیں احمد خان سیدو کی نسل سے براہ راست رکھتا ہے اب دوسرے سردار بھی احمد شاہ کے حق میں بولنے لگے اس طرح سب نے سردار کی حیثیت سے احمد شاہ کا انتخاب کر لیا تھا۔

لیکن احمد شاہ کو اس بلند منصب اور بادشاہی قبول کرنے میں تامل تھا کہ موجودہ بے سروسامانی کے حالات میں وہ شاہی لوازمات اور جلال عظمت سے محروم تھا اپنے آپ کو نااہل خیال کرتا تھا۔ لیکن صابر شاہ ایسا آدمی نہیں تھا جسے آسانی کے ساتھ اس کے لئے طے شدہ فیصلے سے منحرف کیا جاسکتا۔

صابر شاہ نے جب دیکھا کہ احمد شاہ کا نام افغان سرداروں اور دوسرے سرکردہ قبائلوں کے لئے ناقابل قبول نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے اپنا سردارِ اعلیٰ منتخب کر لیا ہے تو اس نے اس عظیم اور نفسیاتی لمحہ سے فائدہ اٹھایا اس نے فوراً ہی زمین پر ایک چھوٹا سا چبوترہ بنایا پھر احمد خان کا ہاتھ پکڑ کر اس پر بٹھایا اور کہا۔

''یہ تمہاری مملکت کا تختِ شاہی ہے۔''

اس طرح چند دنوں کے اندر اندر احمد خان بادشاہ بن گیا تخت شاہی پر بھی جلوہ افروز ہوا اور احمد خان سے احمد شاہ ابدالی بن گیا سربراہ اور حکمران ہونے کے بعد احمد شاہ نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے قندھار شہر پر قبضہ کیا جائے اس کے بعد ہرات کو بھی اپنی گرفت میں لیا جائے اس کے بعد اپنی حکومت اور اپنی بادشاہت کو مضبوط کیا جائے۔

احمد شاہ کے پاس اس وقت چار ہزار افغان لشکری تھے جن پر وہ مکمل طور پر بھروسہ اور اعتماد کر سکتا تھا جنہیں لے کر وہ قندھار کی طرف روانہ ہوا ان دنوں ہرات شہر پر نادر شاہ کے ایک نامزد شخص کا قبضہ تھا اور وہ وہاں حکومت کر رہا تھا احمد شاہ میں ابھی اتنی سکت نہ تھی کہ وہ اس کو برطرف کر کے وہاں اپنا عمل دخل کر سکتا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ احمد شاہ ابدالی کو تو ابھی اپنے قبیلے کے علاوہ دوسرے ساتھیوں پر پورا پورا اعتماد بھی نہیں تھا کیونکہ ان کی وفاداری ابھی تک آزمائی نہ گئی تھی نیز اس وقت اصل مقصد قندھار کی طرف کوچ کرنا تھا اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہاں غلبہ اور تسلط قائم کر لینا تھا چنانچہ احمد شاہ ابدالی نے وقتی طور پر ہرات کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ قندھار کی طرف پیش قدمی کی تھی۔

قندھار کی طرف جاتے ہوئے ایک مقام پر ایک ایرانی لشکر احمد شاہ ابدالی کی راہ روک کھڑا ہوا لیکن احمد شاہ ابدالی نے ان پر جان لیوا حملہ کرتے ہوئے نا صرف انہیں بدترین شکست دی بلکہ ان کی اکثریت کو کاٹ دیا ایرانیوں کا یہ وہ لشکر تھا جو اس وقت قندھار کی حفاظت پر مامور تھا احمد شاہ ابدالی نے اسے بدترین شکست دی اور ان کی اکثرت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس طرح اس ایرانی لشکر کو شکست دینے کے بعد فاتح کی حیثیت سے پہلی بار احمد شاہ ابدالی اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ قندھار شہر میں داخل ہوا۔

جس وقت وہ قندھار شہر میں داخل ہوا اس وقت کابل کے حاکم نصیر خان نے بھی قندھار میں قیام ہوا تھا۔ یہ نصیر خان پہلے ہندوستان کے بادشاہ محمد شاہ کی طرف سے کابل کا حاکم تھا بعد میں جب ان علاقوں پر نادر شاہ نے قبضہ کر لیا تو نادر شاہ نے بھی اسے کابل پشاور اور دوسرے حلقہ علاقوں کا والی مقرر کر دیا تھا۔

احمد شاہ ابدالی جب قندھار میں داخل ہوا تو نصیر خان کو گرفتار کر لیا گیا نصیر خان نے جب دیکھا کہ حالات اس کے خلاف ہوتے جا رہے ہیں کہیں احمد شاہ ابدالی اسے قتل کر کے کسی اور کو کابل کا حاکم نہ بنا دے لہٰذا اس نے اپنی بیٹی کا نکاح احمد شاہ سے کرا دیا احمد شاہ نے اس شرط پر کابل کے صوبے کی حاکمیت پر مقرر کیا کہ وہ سالانہ پانچ لاکھ روپیہ ادا کرتا رہے گا۔

اب احمد شاہ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ مختلف قبائل کو اپنا مطیع اور فرمابردار بنانا شروع ہو گیا تھا جلد ہی احمد شاہ ابدالی نے اپنی حکومت سلطنت شخصیت اور وجاہت کے تحفظ اور استحکام کے لئے جو وسائل اور ذرائع اختیار کیے پورے طور پر کامیاب ہوئے اور اس نے افغان قبائل کو مکمل طور پر اپنا مطیع اور فرمابردار بنا لیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کی بھرتی شروع کی اور اس کی تربیت کا کام شروع کر دیا لشکر میں شامل ہونے کے لئے نوجوانوں کا اس کے پاس تانتا لگ گیا تھا اور بہت ہی مختصر مدت میں احمد شاہ ابدالی نے چالیس ہزار کا ایک بہترین اور تربیت یافتہ لشکر تیار کر لیا تھا اس لشکر میں زیادہ تر ابدالی اور غلزئی قبائل کے مختلف خاندانوں اور کنبوں کے افراد شامل تھے۔

اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ اور اپنی حالت کو مزید مستحکم کرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی نے قندھار سے نکل کر دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

اس وقت تک افغانستان نام کا کوئی ملک نہیں تھا احمد شاہ کے سامنے جو پہلا کام تھا وہ یہ تھا کہ ان مختلف اضلاع کو جو افغان آبادی پر مشتمل تھے ایک سیاسی وحدت میں تبدیل کر دے گو ان علاقوں میں ہرات شہر بھی آتا تھا لیکن ہرات کو احمد شاہ ابدالی نے کسی آئندہ وقت کے لئے چھوڑ دیا تھا سب سے پہلے اس نے غزنی اور کابل کو اپنی گرفت میں لینے کا تہیہ کیا۔

کابل میں اس وقت نصیر خان حاکم تھا کہتے ہیں یہ شخص بڑا طالع آزما اور سازشی قسم کا شخص تھا اپنی فطرت اور مزاج کے اعتبار سے یہ محسن کش اور احسان ناشناس تھا مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ کتنا ہی بہتر سلوک کیا جاتا مگر نہ وہ اعتراف کرتا اور نہ ممنون ہوتا تھا اگر چہ اس نے قندھار سے رہائی پاتے وقت اپنے ایک لڑکے کو احمد شاہ کے پاس یرغمال کے طور پر چھوڑ دیا تھا جو اچھا چال چلن رکھنے کی ضمانت تھی لیکن اس کے ذہن اور دماغ کے بعید ترین گوشے میں بھی خلوص وفا اور پاس عہد کا خیال نہیں تھا۔

قندھار میں جب وہ گرفتار ہوا اور احمد شاہ نے اسے پانچ لاکھ کی رقم سالانہ ادا کرنے کی شرط پر چھوڑ دیا تو کابل آتے ہی نصیر خان پشاور روانہ ہوا اور وہاں جاتے ہی احمد شاہ کے خلاف اپنے لشکر میں اضافہ کرنے لگا۔

یہ نصیر خان شروع شروع میں تو محمد شاہ فرماں روائے ہندوستان کی طرف سے کابل کا گورنر تھا لیکن جب نادر شاہ کی عملداری میں منتقل ہو گیا تو بھی اسے اس کے منصب پر بحال رکھا گیا اور اب احمد شاہ کو یہ نصیر خان نادر شاہ کا جانشین بنانے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اس کے ساتھ ہی وہ قابل پر احمد شاہ ابدالی کی سطوت اور اقتدار کو تسلیم کرنے پر رضامند نہ تھا اور جس شرط پر اسے قندھار سے رہائی ملی تھی اس کو بھی اس نے فراموش کر دیا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ ہندوستان کی مغل حکومت کا باج گزار اور تابع ہے احمد شاہ اور اس کی حکومت سے اسے کوئی سروکار اور واسطہ نہیں ہے۔

اپنی حکومت سلطنت اور بادشاہی کے آغاز ہی میں احمد شاہ ابدالی باغیانہ سرگرمی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا غزنی اور کابل پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا۔

ان دنوں غزنی میں جو نادر شاہ کی طرف سے والی مقرر تھا اسے جب خبر ہوئی کہ احمد شاہ ابدالی غزنی پر حملہ کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے تب اس نے غزنی شہر سے نکل کر احمد شاہ ابدالی کا مقابلہ کیا لیکن احمد شاہ ابدالی نے اسے شکست فاش دی اس طرح کسی بڑی مزاحمت کے بغیر ہی غزنی پر احمد شاہ ابدالی کا قبضہ ہو گیا تھا۔

اب احمد شاہ ابدالی قندھار اور غزنی دو بڑے شہروں پر قابض ہو چکا تھا ان دنوں کابل کے حاکم نصیر خان نے پشاور میں قیام کیا ہوا تھا اور احمد شاہ کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف تھا کیونکہ اس نے مغل شہنشاہ سے عقیدت اور وفاداری کا اظہار کر دیا تھا لہٰذا اس نے اس موقع پر ہندوستان کے بادشاہ محمد شاہ سے مالی امداد طلب کی ساتھ ہی ساتھ اس نے ازبک اور کچھ دیگر جنگجو قبائل کو بھی اپنے لشکر میں بھرتی کرنا شروع کر دیا تھا ایک طرف تو یہ حالات تھے دوسری طرف احمد شاہ افغان سرداروں کو خط لکھ کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا تھا اس وقت کابل میں جو افغان قبائل تھے ان کے سرداروں کو خط لکھنے شروع کیے انہیں اپنا ہمنوا اور مددگار بنا لیا ان افغان سرداروں نے واضح اور غیر مشتبہ انداز میں اس سے پورے پورے تعاون کا وعدہ کیا انہوں نے کہا بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم مغلوں کے لئے افغانوں سے لڑیں حد یہ کہ بالا حصار کہ سربر آوردہ ایرانی خاندان بھی احمد شاہ ابدالی کے حق میں ہو گئے تھے۔

احمد شاہ اپنے لشکر کے ساتھ کابل کی طرف روانہ ہوا اس نے کابل پر حملہ آور ہونے سے پہلے وہاں کے قبائلی سرداروں کو یقین دلایا کہ ان

کے اقتدار پر حرف نہیں آئے گا وہ داخلی مسائل میں پوری طرح آزاد ہوں گے ان کی صلاح اور مشورے کے بغیر کوئی قدم مناصب کی تقسیم کی سلسلے میں نہیں اٹھایا جائے گا ان کے ساتھ مساوات کامل کا برتاؤ کیا جائے گا۔

احمد شاہ ابدالی کے ان خطوط نے اپنا کام دکھایا نصیر خان جو کابل کا حاکم تھا اور جس نے وقتی طور پر پشاور میں قیام کیا ہوا تھا وہ پشاور ہی میں پڑا رہ گیا جبکہ احمد شاہ یلغار کرتا ہوا کابل کے قریب پہنچ گیا۔

نصیر خان کے قائم مقام نے کابل کی طرف سے کچھ عرصہ تک مدافعت کی وہ چاہتا تھا کہ نصیر خان کی آمد تک احمد شاہ ابدالی کو کابل میں داخل نہ ہونے دے اسے باہر ہی جنگوں میں مصروف رکھے لیکن ایک تو احمد شاہ ابدالی نے اسے بدترین شکست دی دوسرے اس کے بہت سے لشکری کٹ کٹ کر احمد شاہ کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے اس طرح نصیر خان کے لشکر میں مایوسی اور بددلی پھیلتی چلی گئی تھی۔ ان حالات میں کابل پر احمد شاہ کا قبضہ ہو گیا پر احمد شاہ نے اپنے ایک افغان سردار کو حاکم مقرر کیا۔

نصیر خان کی بیوی نے جو زبردست خان علی مردان خان کی بیٹی تھی وہ احمد شاہ ابدالی کے لشکریوں کے ہاتھ میں آ گئی لیکن احمد شاہ ابدالی کے کہنے پر اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہیں کیا گیا بلکہ اعزاز اکرام کا برتاؤ کیا گیا۔

کابل کو فتح کرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی نے صوبے کے نظم و نسق اور احوال اور مسائل کو درست کرنے پر توجہ دینی شروع کی ساتھ ہی احمد شاہ ابدالی نے اپنے لشکریوں کے سالار جہاں خان کو ایک لشکر دے کر نصیر خان پر حملہ آور ہونے کے لئے پشاور کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

نصیر خان کا حال اب یہ تھا کہ اسے ہر وقت خطرہ لاحق تھا کہ کسی وقت بھی افغان قبائل اس پر حملہ آور ہو کر کابل کی طرح اسے پشاور سے بھی محروم کر دیں گے اسے یقین تھا کہ جب احمد شاہ ابدالی کابل سے نکل کر پشاور کا رخ کرے گا تو سارے افغان قبائلی اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے اس خطرے کو دور کرنے کے لئے اور افغان قبائل کو سبق سکھانے کے لئے اس نے ایک تدبیر سوچی۔

اس نے فیصلہ کیا کہ ان قبائل کو مرعوب اور وحشت زدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ ان کے سب سے بڑے سردار عبدالصمد خان محمد زئی پر شب خون مارا جائے اور اسے گرفتار کر لیا جائے عبدالصمد محمد زئی اس وقت ہشت نگر کے مقام پر قیام کیے ہوئے تھا۔

نصیر خان کا خیال تھا کہ اگر وہ شب خون مار کر عبدالصمد خان محمد زئی کو گرفتار کرے تو پھر اس کے خیال کے مطابق اسے افغان قبائل کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا اور وہ آسانی کے ساتھ درہ خیبر بند کر کے احمد شاہ ابدالی کو کابل سے پشاور نہیں پہنچنے دے گا۔

لیکن عبدالصمد خان بھی کچی گولیاں کھیلنے والا نہ تھا اس نے نصیر خان کی نیت اور ارادے کو بھانپ لیا اور فوراً ہی ہشت نگر کے قلعے سے نکل کر وہ احمد شاہ کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے فرار اختیار کر گیا احمد شاہ کا سالار جہاں اس وقت لشکر کے ایک حصے کے ساتھ پشاور کی طرف پیش قدمی کر رہا عبدالصمد جہاں خان سے جا ملا۔

نصیر خان عبدالصمد خان کے نکل جانے اور ہاتھ نہ آنے پر دانت پیس کر رہ گیا تھا اس نے غصے میں آ کر ہشت نگر کے قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی عبدالصمد خان کے بہت سے عزیزوں اور رشتہ داروں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے بعد پشاور کی طرف چلا گیا۔

اب نصیر خان نے درہ خیبر بند کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی اس کوشش کی تکمیل سے پہلے ہی احمد شاہ ابدالی کا سالار جہاں خان اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچ گیا اور اب عبدالصمد خان محمد زئی بھی اس کے ساتھ تھا اور پوری طرح اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

جہاں خان جب اپنے حصے کا لشکر کے ساتھ خیبر پہنچا تو نصیر خان اس کے مقابلے پر نہ آیا اتنی دیر تک احمد شاہ ابدالی بھی باقی لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گیا نصیر خان کو جب خبر ہوئی کہ اتنا بڑا لشکر اس سے ٹکرانے کے لئے آ رہا ہے تو وہ جان گیا کہ وہ مقابلہ نہیں کر سکے گا لہٰذا انتہائی بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں وہ دریائے سندھ کو عبور کر کے مشرقی کنارے پر چھچھ ہزارہ میں جا کر مقیم ہو گیا اس کے اس طرح بھاگنے کے بعد احمد شاہ ابدالی کو کوئی مزاحمت پیش نہ آئی اور وہ پشاور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

بہرحال احمد شاہ ابدالی پشاور میں قومی ہیرو کی حیثیت سے داخل ہوا اور متعدد قبائل کے لوگوں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ اس کی پذیرائی کی اور خیر مقدم میں مصروف ہو گئے یوسف زئی اور خٹک قبائل کے سردار بغیر کسی استثنا کے خراجِ عقیدت اور اطاعت پیش کرنے کے لئے احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے عبدالصمد خان پہلے ہی احمد شاہ ابدالی کے ساتھ مل چکا تھا اس کی دیکھا دیکھی دوسرے افغان بھی اس کی تقلید کرتے ہوئے احمد شاہ ابدالی کے مطیع اور فرماں بردار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

احمد شاہ ابدالی نے اطاعت کرنے والے سرداروں کو اعزاز اکرام کے ساتھ باریاب کیا انہیں تحائف اور اعزازات سے نوازا اس طرح مقامی لوگوں کو اس نے مکمل طور پر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچایئے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجیے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

ماضی کے عظیم جنگجوؤں کی گزرگاہ، درہ خیبر

پشاور پر قبضہ کرنے کے بعد احمد شاہ نے اپنے سالار جہاں خان کو حکم دیا کہ وہ نصیر خان کی تلاش میں نکل جائیں اور اسے گرفتار کرنے کی پوری کوشش کی جائے جہاں خان جب نصیر خان کے تعاقب میں نکلا تو نصیر خان چھچھ ہزارہ سے بھی فرار اختیار کر گیا اور اس نے لاہور کا رُخ کیا۔

نصیر خان کی بدقسمتی کہ لاہور کا گورنر حیات اللہ خان اندر ہی اندر احمد شاہ سے گٹھ جوڑ کیے ہوئے تھا۔ اس سے خفیہ خط و کتابت بھی کر رہا تھا اور اسے ہندوستان کی بدترین حالت دیکھتے ہوئے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت بھی دے رہا تھا نصیر خان جب لاہور میں داخل ہوا تو کسی نے اس کا استقبال نہ کیا یہاں تک کہ لاہور کا گورنر اس سے ملاقات کرنے سے بھی گریزاں تھا یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے نصیر خان بڑا دل برداشتہ ہوا اور لاہور سے نکل کر وہ دہلی کی طرف بھاگ گیا اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے احمد شاہ ابدلی ہندوستان پر اپنا پہلا حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔

☆☆☆

احمد شاہ ابدالی نے پشاور میں اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط اور مربوط کرنا شروع کر دیا تھا اب وہ ارادہ رکھتا تھا کہ لاہور کا رُخ کرے اور اس پر حملہ آور ہو اس دوران احمد شاہ ابدالی کی خوش قسمتی کہ حالات نے اس کے حق میں پلٹا کھایا، ہوا یوں کہ پنجاب میں مغل سلطنت کا بانی ذکریا خان لاہور میں انتقال کر گیا اس کے انتقال کے وقت اس کے دونوں بیٹے حیات اللہ خان جس کو تاریخ کے اوراق میں شاہنواز خان بھی کہا گیا ہے اور دوسرا جو بڑا تھا یحییٰ خان دونوں نے دہلی میں قیام کیا ہوا تھا اور یحییٰ خان کو یہ فوقیت حاصل تھی کہ اس کی بیوی مغل سلطنت کے وزیر قمر الدین خان کی بیٹی تھی۔

اس موقع پر وزیر مملکت قمر الدین خان چاہتا تھا کہ دونوں بھائیوں سے زیادتی نہ ہو اس کا ارادہ تھا کہ پنجاب کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دونوں بھائیوں کو والی مقرر کر دیا جائے یحییٰ خان کو لاہور پر حاکم مقرر کر دیا جائے اور شاہنواز خان کو ملتان پر۔

لیکن مغل شہنشاہ محمد شاہ اس پر تیار نہ ہوا آخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ پورے پنجاب کا حاکم اور والی اپنی طرف سے وہ اپنے وزیر قمر الدین کو

بناتا ہے اور قمرالدین اپنی طرف سے جسے چاہے وہاں کا حاکم مقرر کردے۔

قمرالدین نے وہی فیصلہ کیا جو چاہتا تھا اس نے لاہور کی حاکیت اپنے داماد یحییٰ خان کے حوالے کردی اور ملتان کا والی اس کے چھوٹے بھائی شاہنواز کو بنادیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد یحییٰ خان دہلی گیا اس سفر کا مقصد یہ تھا کہ شہنشاہ کی خدمت میں عرض گزار ہو کہ اس کے باپ کی جائیداد اور املاک واپس کردی جائے جو مغل قوانین کے تحت ضبط ہوگئی تھی۔ کیونکہ مغل حکومت کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی منصب دار فوت ہوجاتا تو اس کی املاک اور جائیدا کا بحق سرکار ضبط کرلی جاتی تھی۔

یحییٰ خان کو دہلی میں کئی مہینے لگ گئے آخر وہ جولائی 1746ء کو لاہور واپس ہوا اور کامیاب وکامران آیا۔ مغل شہنشاہ نے اس کے باپ کی ساری املاک اس کو بخش دی تھی اور وہ اس میں اپنے دیگر بھائیوں یعنی شاہنواز اور میر باقی کو شریک کرنے یا انہیں حصہ دینے پر تیار نہیں ہوا تھا میر باقی جوان کا تیسرا بھائی تھا وہ ایک طرح سے تاریخ کے صفحات میں گمنام ہی رہا۔

شاہنواز ایک آتش خو اور شعلہ مزاج انسان تھا پہلے اس نے بھائی سے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا کہ جائیداد و املاک میں اسے بھی اس کا حق دیا جائے اس مسئلے پر جب گفتگو شروع ہوئی تو نوبت تلخ کلامی تک آ گئی آخر شاہنواز خان ایک لشکر لے کر یحییٰ خان پر چڑھ دوڑا اسے شکست دی لاہور پر اس نے قبضہ کرلیا اور اپنے بڑے بھائی یحییٰ خان کو اس نے نظر بند کردیا یحییٰ کو نظر بند کرنے کے بعد شاہنواز سہا ہوا تھا وہ جانتا تھا کہ یحییٰ خان ہندوستان کے وزیر کا داماد تھا اسے گرفتار اور نظر بند رکھنا راس نہیں آ سکتا تھا اس کا خطرناک نتیجہ ضرور برآمد ہوگا اس اندیشے میں اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا ایک غدار کی حیثیت سے جانتا تھا کہ اسنے تاج شاہی کے ساتھ غداری کی ہے لہٰذا وہ ہندوستان کے وزیر قمرالدین خان سے کسی ہمدردی کی توقع نہیں رکھتا تھا۔

اب دوسری مصیبت یہ تھی کہ مغل شہنشاہ محمد شاہ کی طرف سے تو پنجاب کا حقیقی والی قمرالدین ہی تھا جبکہ اس نے اپنی طرف سے لاہور کا یحییٰ خان اور ملتان کا شاہنواز کو والی بنادیا تھا۔ آخر جس بات کا شاہنواز کو اندیشہ تھا وہی ہوا ایک روز اسے ہندوستان کے وزیر قمرالدین کا ایک خط ملا جس میں اس نے حکم دیا تھا۔

''یحییٰ خان کو آزاد کردیا جائے لیکن شاہنواز خان نے اس وقت تک اس حکم کی تعمیل پر رضامندی کا اظہار نہ کیا جب تک اسے پنجاب کی گورنری کی سند عطا نہ کردی جائے کیونکہ حقیقی معنوں میں یہ سند تو وزیر قمرالدین کے پاس تھی۔

قمرالدین کو جب شاہنواز کے ان ارادوں کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک لشکر کے ساتھ لاہور کی طرف پیش قدمی کرنے کی زبردست تیاریاں شروع کردیں تاکہ اپنے داماد یحییٰ کو قید سے رہائی دلائے اس خبر نے شاہنواز خان کو حواس باختہ کردیا تھا اور وہ سخت خلفشار میں مبتلا ہوگیا تھا۔

اس صورتِ حال سے پریشان اور آشفتہ خاطر ہوکر غدار شاہنواز کے لئے کسی غیر ملکی کو دعوت دینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا غدار نے ایک اور غداری کرنے کا تہیہ کرلیا چنانچہ اپنی مدد کے لئے اس کی نگاہ احمد شاہ ابدالی پر جم گئی اس زمانے میں احمد شاہ کابل میں قیام کیے ہوئے تھا اور اسے شاہنواز کی جنگی مہمات کا اچھی طرح علم بھی ہوگیا تھا۔

چنانچہ شاہنواز نے خوب اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کیا اس سلسلے میں ایک شخص آدنیہ بیگ سے مشورہ کیا جس کی جاگیر واقع جالندھر اور دوآب کا فوجدار تھا اور ہمیشہ بڑے جوش و خروش سے اس کی تائید اور حمایت کرتا رہا تھا۔

اس آرینہ بیگ سے مشورہ کرنے کے بعد شاہنواز نے آرینہ بیگ کو اپنا سفیر بنا کر احمد شاہ ابدالی کی طرف روانہ کر دیا اور اس کے ہاتھ ایک نامہ بھی لکھ کر بھیجا۔ اپنے خط میں شاہنواز نے احمد شاہ ابدالی کو پیشکش کی کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور ہندوستان پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لے شاہنواز اس کے معاوضے میں اپنے لئے اس کے علاوہ کچھ طلب نہیں کرتا کہ جب احمد شاہ ابدالی ہندوستان پر قبضہ کر لے تو اسے ہندوستان کا وزیر بنا دیا جائے۔

شاہنواز کے نامہ بر کو احمد شاہ ابدالی نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کا نامہ پا کر سجدہ شکر بجا لایا اس لئے کہ وہ تو پہلے ہی ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا اور یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ یوں غیر متوقع طور پر اچانک حالات اس کے لئے اتنے سازگار ہو جائیں گے اس نے فوراً ایک عہد نامہ تیار کروایا جس میں یہ درج کیا گیا کہ تاج شاہی احمد شاہ زیب سر کرے گا اور وزارتِ اعظمیٰ شاہنواز کو ملے گی۔

اور یہ عہد نامہ احمد شاہ ابدالی نے آرینہ بیگ کے ہاتھ واپس شاہنواز کی طرف بھجوا دیا اور اپنے ایک متحد خاص کو بھی آرینہ بیگ کے ساتھ لاہور کی طرف راونہ کیا اس مقصد خاص کا نام عفبرہ خان پولپزئی تھا۔

اب ایک تیسرا پہلو اس حادثے کا اٹھ کھڑا ہوا اور وہ پہلو آرینہ بیگ خود تھا۔ آرینہ بیگ بڑا چالاک بڑا ہوشیار شخص تھا۔ اس موقع پر اس نے بڑی صفائی سے دورخی چال چلنا شروع کر دی چنانچہ احمد شاہ کو شاہنواز سے خط بھجوا کر اس نے وزیر قمرالدین کو ایک خط لکھا اور اس خط میں اس نے شاہنواز خان اور احمد شاہ کی خط کتابت کی پوری تفصیل لکھ دی اس نے یہ بھی تحریر لکھ دی کہ یہ شاہنواز بڑا خودسر اور ہٹیلا واقع ہوا ہے اس نے مزید لکھا کہ آپ کے دیرینہ خادموں اور خدمت گاروں کی ایک نہ سنی اور احمد شاہ ابدالی سے آخر رابطہ قائم کر ہی لیا لیکن اب بھی وقت نہیں گیا ہے اس صورتِ حال کا فوری تدارک ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو شاہنواز کو گرفتار کر کے بے بس کر دیا جائے تا کہ وہ غدارانہ اقدام نہ کر سکے۔

ہٹلر

ہٹلر جیسی متنازع شخصیت پر اس کتاب کی تالیف کا مقصد روایتی انداز میں لکھی تاریخ سے ہٹ کر تاریخ میں نئے اور تجزیاتی (Analytical) زاویے روشناس کروانا اور آج کے قاری کو تاریخ کے موضوع کی وسعت کے بارے میں باور کروانا ہے۔ ہٹلر کی زندگی، اسکے فلسفہ، قوم پرستی اور ظلم و بربریت جیسے موضوعات پر ایک مفصل کتاب جسکی تالیف میں کئی ایک دیگر کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔...... ہٹلر کی تاریخ آپ کتاب گھر کے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں جلد ہی پڑھ سکیں گے۔

اس موقع پر ایک اور حادثہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہ یہ کہ ان ہی دنوں شاہنواز کے ایک ایلچی محمد نعیم خان نے دہلی میں قیام کیا ہوا تھا اور وہ سفیر چکنی چوپڑی باتوں سے کام لے کر قمر الدین کو الجھا رہا تھا معاملے کو تاخیر دے رہا تھا لیکن آرینہ بیگ کا یہ خط پا کر قمر الدین چوکنا ہو گیا اور صورتِ حال کے سنگین حقائق اس کی نظر کے سامنے آگئے اس کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا کہ نہلے پر دہلا لگائے اس نے ایک شاہی فرمان کے ذریعے شاہنواز کی معذرت قبول کر لی تھی فوراً مسودہ تیار ہوا اور اس مسودے کے تحت شاہنواز خان کو پنجاب کا حاکم مقرر کر دیا گیا اس موقع پر قمر الدین نے اس نفسیاتی موقع پر ایک اور کام بھی کیا اس نے اپنے دستِ خاص سے شاہنواز کو ایک تسلی کا خط لکھا اس خط میں اس نے لکھا تھا۔ تمہارا خاندان ہمیشہ اور ہر موقع پر شاہانِ مغلیہ کا جانثار اور وفادار رہا ہے اس سے کبھی بھی غداری یا بے وفائی کا ارتکاب نہیں ہوا ہے یہ بڑے دکھ اور افسوس کی بات ہوگی کہ اگر اب وہ اس جادۂ مستقیم سے ہٹے اور اس سے بڑھ کر کوئی شرم کی بات ہو ہی نہیں سکتی کہ نادر شاہ کے ایک افغان یعنی احمد شاہ کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے نظر آئے حکومت ہند اپنے تمام وسائل اور ذرائع کے ساتھ تمہاری پشت پناہی کے لئے موجود ہے۔

ہندوستان کے وزیر قمر الدین کے اس خط نے حالات کا سارا نقشہ بدل دیا شاہی فرمان پا کر شاہنواز پھول گیا اور قمر الدین کے اس خط سے اس کی اتنی حوصلہ افزائی ہوئی کہ وہ اپنی حدود مملکت کی توسیع کا پروگرام بنانے لگا قمر الدین نے کیونکہ خط میں اس کی اور اس کے خاندان کی وفاداری کو خوب سراہا تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنی رائے بدل دی اور احمد شاہ ابدالی سے جو گفت شنید کر چکا تھا اسے یکسر نظر انداز کر کے فیصلہ کر لیا کہ اب احمد شاہ ابدالی کے بجائے وہ اپنی قسمت کو مغل شہنشاہ کے ساتھ ہی وابستہ رکھے گا۔

اور دوسری طرف احمد شاہ ابدالی لاہور پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی تیاریاں مکمل کر چکا تھا افغان مہم پسندوں کی ایک بہت بڑی جماعت جو مختلف قبائل کے افراد پر مشتمل تھی ہندوستان کے زروگوہر کی طمع میں اس کے ساتھ ہو گئی تھی اس طرح احمد شاہ ابدالی حرکت میں آیا اور دسمبر کے مہینے میں اٹھارہ ہزار کا ایک لشکر لے کر وہ پشاور سے نکلا لاہور کی طرف کوچ کیا۔

اس دوران احمد شاہ ابدالی کا ایلچی بفرا خان جو لاہور گیا ہوا تھا وہ واپس ہوا اور تبدیل شدہ صورتِ حال سے احمد شاہ ابدالی کو آگاہ کر دیا لیکن احمد شاہ ابدالی بفرا خان کی لائی ہوئی اطلاعات سے متاثر نہ ہوا اس کے عزم اور ارادے میں کسی طرح کا تزلزل پیدا نہ ہوا آگے بڑھتے ہوئے اس نے قلعہ روہتاس پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ کر لیا۔

روہتاس سے احمد شاہ ابدالی نے اپنے پیر صابر شاہ کو لاہور کی طرف روانہ کیا صابر شاہ کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کی ٹکسال کا افسر اعلیٰ محمد یار خان بھی تھا جس کا لاہور جانے کا بظاہر مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی والدہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے جو ان دنوں لاہور میں مقیم تھی۔

شاہنواز خان کو جب احمد شاہ ابدالی کے ان دونوں نمائندوں کے لاہور آنے کی خبر ملی تو اس نے یہ جاننا چاہا کہ وہ کس مقصد کے لئے لاہور وارد ہوئے ہیں ابھی تک شاہنواز خان کی بے حسی اور غفلت کی انتہا یہ تھی کہ یہ تک معلوم نہ تھا کہ احمد شاہ ابدالی پنجاب کے قلعے روہتاس پر قابض ہو چکا ہے بہر حال اس نے آرینہ بیگ اور اپنے دیوان کروڑ مل کو صابر شاہ کے پاس بھیجا اور اس سے لاہور آمد کی وجہ پوچھی۔

صابر شاہ کہنے لگا میرا تو دونوں میں سے کسی سے واسطہ نہیں ویسے میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ اس شہر سے میرا لگاؤ ہے یہاں کے

باشندوں سے تعلق خاطر بھی رکھتا ہوں یہاں کے فرماں رواؤں کا ہمدرد اور بہی خواہ بھی ہوں جن کے ساتھ زندگی کے دن بسر کر چکا ہوں لیکن یہ کہے بغیر میں نہیں رہوں گا کہ بے وفائی سے نہ آدمی کسی سے خوش رہتا ہے اور نہ خدا اور یہ بھی کہ احمد شاہ ابدالی کی تلوار کا مقابلہ تمہاری تلوار نہیں کر سکتی۔

اس موقع پر بڑے بھڑ کیلے انداز میں صابر شاہ سے کہا گیا۔تو کیا تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری تلوار لکڑی کی بنی ہوئی ہے اور احمد شاہ کی تلوار آہن سے بنی ہوئی ہے۔

صابر شاہ کہنے لگا۔نہیں یہ بات نہیں دونوں تلواریں آہن ہی کی بنی ہوئی ہیں لیکن احمد شاہ ابدالی کا آفتاب اقبال نصف انہار پر ہے تمہارا آفتاب اقبال گہنا چکا ہے۔

آرنیہ بیگ نے یہ ساری گفتگو شاہنواز کو سنادی چنانچہ شاہنواز نے صابر شاہ اور محمد یار خان دونوں کو طلب کر لیا شاہنواز سے ملاقات کے دوران صابر شاہ کہنے لگا۔

شہنشاہِ ہند تمہارے ساتھ مخلص نہیں ہے وہ موقع کی تاک میں ہے کہ تم سے شدید انتقام لے خود تمہارے مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ میرے ساتھ احمد شاہ ابدالی کے پاس چلو وہ تمہاری عزت بڑھائے گا تمہارے اعزاز میں اضافہ کرے گا اور پورے ملک کی وزارت تمہیں سونپ دے گا۔

اس کے بعد صابر شاہ اور شاہنواز کے درمیان مزید گفتگو ہوئی اس گفتگو کے درمیان دونوں میں تلخی پیدا ہوگئی جس کے نتیجے میں شاہنواز نے صابر شاہ کو گرفتار کر کے اپنے ایک عامل کے حوالے کر دیا احمد یار خان کو رہا کر دیا اور صابر شاہ کو قتل کر کے شاہی مسجد کے قریب دفن کر دیا گیا۔

احمد شاہ ابدالی نے قلعہ روہتاس میں قیام کے دوران بالا ناتھ جوگی کا مندر منہدم کر دیا جو اب ٹیلہ گورکھ ناتھ کے نام سے مشہور ہے اور جہلم سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر ہے احمد شاہ ابدالی کو جب اپنے پیر صابر شاہ کے قتل کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً لاہور کی طرف کوچ کیا گجرات شہر پہنچ کر احمد شاہ ابدالی نے پھر پڑاؤ کیا یہاں اس نے سلطان مقرب خان کو اپنی طرف سے گجرات کا حاکم مقرر کیا وہاں اپنی مستحکم حکومت کی داغ بیل ڈالنے کے بعد اس نے گجرات سے کوچ کیا۔سوہدرہ کے مقام پر اس نے دریائے چناب کو عبور کیا اور اس کے بعد تیزی کے ساتھ کوچ اور قیام کرتا ہوا راوی کے دائیں کنارے پر شاہدرہ پہنچ کر شہنشاہ جہانگیر کے مقبرے کے پاس آ کر اس نے پڑاؤ کر لیا دو دن تک احمد شاہ ابدالی نے وہیں قیام کیا اور تیسرے روز اپنے لشکر کے ساتھ دریائے راوی کو عبور کیا اپنے لشکر کے ساتھ وہ شالا مار پہنچ گیا اور اپنے خیمے اس نے لاہور کی ایک نواحی بستی محمود بوٹی کے شمال مشرق کے میدان میں نصب کروائے۔

اس موقع پر لاہور کا غدار حاکم شاہنواز تگ و دو کرتا رہا کئی لشکر تیار کیے تا کہ مختلف سمتوں سے احمد شاہ پر حملہ آور ہو کر اسے مار بھگائے لیکن اسے کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی اور پھر ایک موقع پر شاہنواز کے لئے وہ منحوس لمحہ بھی آیا کہ احمد شاہ ابدالی کے لشکر کے ایک گروہ نے موقع محل دیکھتے ہوئے شاہنواز کی خیمہ گاہ پر حملہ کر دیا اور اسے لوٹ لیا حتیٰ کہ شاہنواز کا خیمہ بھی نہ بچا اس کا تمام بیش قیمت ساز و سامان اور دوسری اشیاء لوٹ لی گئیں کیونکہ شہر کے باہر جس مقام پر شاہنواز نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا اس کی خیمہ گاہ لشکر سے پیچھے تھی اور اس کی حفاظت کا اس نے کوئی خاص اہتمام نہ کیا ہوا تھا اس صورت حال نے شاہنواز کو بوکھلا کر رکھ دیا وہ سمجھ گیا کہ وہ احمد شاہ ابدالی کا مقابلہ نہیں کر پائے گا یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے

شاہنواز اپنی جان کی سلامتی کے لئے راہِ فرار اختیار کرنے لگا آدھی رات کو اس نے اشرفیوں سے بھری کچھ تھیلیاں اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیں اور جوہرات کا صندوقچہ اپنے خواجہ سرا کے حوالے کیا اور خاموشی کے ساتھ دہلی کی طرف بھاگ گیا۔

اس طرح شہر کا دفاع بالکل ہی ختم ہو گیا اگلے روز جب احمد شاہ ابدالی کو شاہنواز کے بھاگنے کی خبر ملی تو وہ بغیر کسی مزاحمت اور مقابلے کے شاہنواز کے پڑاؤ پر قابض ہو گیا۔

اس نازک موقع پر لاہور کے کچھ سر کردہ لوگ احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں میر مومن خان دیوان لکھ پت رائے دیوان صورت سنگھ زیادہ قابلِ ذکر ہیں لاہور کے ان سر کردہ لوگوں نے احمد شاہ ابدالی سے استدعا کی کہ اہل شہر کی جان بخشی کی جائے اور انہیں لوٹ مار سے محفوظ رکھا جائے اس کے بدلے میں ان سر کردہ لوگوں نے احمد شاہ ابدالی کو تیس لاکھ کی کثیر رقم نذرانے کے طور پر دینے کا وعدہ کیا۔

احمد شاہ ابدالی نے یہ پیشکش پر مسرت انداز میں منظور کر لی اور اپنے کچھ سالاروں کو حکم دیا کہ شہر کی حفاظت کریں اور اس کی نگرانی کریں کوئی لشکری اندرونِ شہر داخل ہو کر لوٹ مار نہ کرنے پائے۔

لیکن اس حکم کا کوئی خاص اثر نہ ہوا اس لئے کہ اس کے باوجود بہت سے مقامات پر لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا خصوصیت کے ساتھ محل سرا پورے طور پر لوٹ لیا گیا۔

اس فتح کے نتیجے میں احمد شاہ ابدالی کو جو مالِ غنیمت ملا وہ بے حساب تھا شہر کی طرف سے بھی نذرانہ ملا اس کے علاوہ بھاگ جانے والے شاہنواز اور اس کے خاندان کا سارا بیش قیمت اثاثہ دیگر قیمتی سامان بھی اسے حاصل ہوا اس کے علاوہ شہر کے اندر جو بہت بڑا خزانہ تھا وہ بھی اس کے ہاتھ آیا گزشتہ پینتیس سال سے جو کچھ نقد اور دوسری قیمتی اشیاء کی صورت میں لاہور شہر کے اندر جمع کیا جاتا رہا تھا وہ سب اس کے قبضے میں چلا گیا یہ مال و دولت اور خزانہ لاہور کے پہلے حاکم عبدالصمد خان کے علاوہ دوسرے حاکم ذکریا خان کے زمانے سے جمع ہوتا آ رہا تھا اس طرح اس خزانہ کا مالک احمد شاہ ابدالی ہوا۔

اس کے علاوہ لاہور شہر کے اندر جس قدر گھوڑے اور اونٹ تھے ان سب پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا بلکہ آس پاس کے علاقوں سے بھی گھوڑے اور اونٹ چھین لیئے گئے تھے مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر نقد، جواہرات اور قیمتی اشیاء کے علاوہ احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ اس قدر گھوڑے لگے کہ اس کے لشکر میں جو لگ بھگ پانچ ہزار پیادے لشکری تھے ان سب کو گھوڑے مہیا کر کے انہیں سوار دستوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔

☆☆☆

ہندوستان کے بادشاہ محمد شاہ کو جب احمد شاہ ابدالی کی اس ترک تاز کی خبر ہوئی تو اس نے احمد شاہ ابدالی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ محمد شاہ نے اپنے وزیر قمرالدین کو بنایا اس کے علاوہ منصور علی خان والیٔ اودھ اور جے پور کے راجہ ایشوری سنگھ کو نائب سالار مقرر کیا گیا اور انہیں لشکر دے کر احمد شاہ ابدالی کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ بعد میں لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے بادشاہ نے اپنے بیٹے احمد کو بھی لشکر میں شامل ہو جانے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ لشکر احمد شاہ ابدالی کا مقابلہ کرنے کے لئے لدھیانہ کی طرف بڑھا سپہ سالارِ اعلیٰ قمرالدین کا خیال تھا کہ لدھیانہ کے قریب سے دریائے ستلج کو آسانی سے پار کیا جاسکے گا اس کے بعد احمد شاہ ابدالی کی پیش قدمی کو روکنے کی کوشش کی جائے گی۔

دوسری طرف احمد شاہ ابدالی بھی بڑا چوکس تھا لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے پیش قدمی شروع کی اس نے اپنی نقل وحرکت کو پوشیدہ رکھنے کے لئے یہ فرمان صادر کر دیا کہ جو ہندوستانی جاسوس یا لشکری اس کے لشکر کے ارد گرد گھومتا دکھائی دے اسے بے تامل فوراً قتل کر دیا جائے۔

اس طرح قمرالدین نے اپنے لشکر کو لے کر جس راستے سے لدھیانہ کا رخ کر رہا تھا احمد شاہ ابدالی نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور وہ ہندوستانی لشکر کو چکمہ دیتا ہوا سرہند جا پہنچا اس موقع پر قمرالدین اور اس کے ساتھیوں سے ایک غلطی ہوئی تھی انہوں نے اپنا زیادہ سامان سرہند میں رکھنے کے بعد لدھیانہ کی طرف کوچ کیا تھا یہاں ایک ہزار لشکریوں کو سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑا گیا تھا۔

احمد شاہ بڑی تیزی کے ساتھ سرہند کی طرف بڑھا یہاں ایک ہزار لشکری تھے ان پر قابو پاتے ہوئے سرہند اس نے فتح کر لیا اور یہاں سے اسے مال و دولت کی صورت میں بہت کچھ ملا۔

دوسری طرف ولی عہد احمد اور سپہ سالار قمرالدین کو خبر ہوئی کہ احمد شاہ ابدالی تو سرہند پہنچ کر شہر پر قبضہ کر چکا ہے تو وہ بھی پلٹے اور سرہند کا رخ کیا اور سرہند شہر کے نواح میں مان پور کے ایک قصبے کے پاس پڑاؤ کر لیا دوسری طرف احمد شاہ ابدالی نے سرہند شہر کے باغات میں اپنے مورچے قائم کیے تقریباً پانچ میل آگے بڑھ کر خندقیں کھودیں ان خندقوں سے مان پور کا فاصلہ بھی قریب قریب پانچ میل کے لگ بھگ تھا۔

اس جنگ کے لئے مغل لشکر کی پوزیشن زیادہ محفوظ نہ تھی آس پاس کا تمام علاقہ خشک اور بے آب گیاہ تھا جو کنویں تھے وہ ضرورت کے لحاظ سے بالکل ناکافی تھے اس کے برعکس احمد شاہ کی پوزیشن مغلوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم تھی سرہند پر اس کا قبضہ ہو گیا تھا اس وجہ سے رسد اور اناج کی فراہمی میں اسے کوئی دشواری نہ تھی پانی بھی وافر تھا اور لشکریوں کے درمیان جنگ کی ابتداء ہوگئی مغل لشکر میں پانی کی کمی اناج کی نایابی اور اس طرح کی دوسری دشواریوں نے مغل لشکریوں ہی کو نہیں سپہ سالاروں کو بھی ایک طرح سے پریشان کر دیا تھا تاہم مغلوں کے سپہ سالار قمرالدین نے فیصلہ کیا کہ جنگ کو ڈھیل دی جائے اور بڑے پیمانے پر حملہ نہ کیا جائے وہ چاہتا تھا کہ جنگ کو طول دینے کی صورت میں حملہ آور افغان بھوکے مرنے لگیں گے ساتھ ہی مقامی سرکردہ لوگوں سے بھی رابطے قائم کر کے آس پاس کی شاہراؤں کو منقطع کر کے احمد شاہ ابدالی کے لئے سامان کی تنگی پیدا کی جائے گی۔

اس طرح لگ بھگ ایک ہفتہ تک کوئی بڑی لڑائی نہ ہوئی دونوں لشکر اپنے اپنے چھوٹے چھوٹے گروہوں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے رہے۔

آخر 11 مارچ 1748ء کو بڑی جنگ کے لئے جمعے کے دن کا انتخاب کیا گیا احمد شاہ ابدالی کے لشکر میں اس وقت کچھ قزلباش ایرانی بھی شامل تھے ان کا سالار محمد تقی خان تھا ان کی تعداد لگ بھگ تین ہزار کے قریب تھی جب جنگ کی ابتداء ہوئی تو احمد شاہ ابدالی نے ایرانیوں کے لشکر کے سالار محمد تقی خان کو ہندوستانی لشکر کے سالارِ اعلیٰ قمرالدین کے بیٹے میر منوں کے حصے سے ٹکرانے کا حکم دیا۔

اس طرح دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خلاف خوفناک یلغار شروع ہوگئی تھی اس جنگ کے نتیجے میں ہندوستانی لشکر کا سالار اعلیٰ قمر الدین بری طرح زخمی ہوا شام تک لڑائی ہوئی اس کے بعد دونوں لشکر اپنے اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے تھے۔

ہندوستانی لشکر میں جب یہ خبر پھیلی کہ ان کا وزیر اور سپہ سالار زخمی ہوگیا ہے تو اس وقت ان کے اندر ایک طرح سے بددلی پھیلنا شروع ہوئی تھی وزیر اور سپہ سالار قمرالدین کے بیٹے معین الدین خان کو جسے پیار میں میر منوں کے نام سے پکارا جاتا تھا اسے جنگ کے دوران ہی اپنے باپ کے بری طرح زخمی ہونے کی خبر ہو چکی تھی لہٰذا باپ کی حالت سن کر وہ دوڑا دوڑا اس کے خیمے میں گیا اس وقت قمرالدین اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں تھا تاہم اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بچے میرا تو اب چل چلاؤ کا وقت ہے شہنشاہ کا کام ابھی باقی ہے تم فوراً سوار ہو کر میدان جنگ میں جاؤ اور دشمن پر حملہ کر دو قبل اس کے کہ یہ خبر منتشر ہو آقا کا حق نمک ہر چیز پر بالا ہے میری پروانہ کرو۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے کلمہ شہادت پڑا اور فوت ہوگیا اس کے بیٹے میر منوں نے اپنے باپ کو انہی خون آلود کپڑوں میں اس کے خیمے میں دفن کر دیا اور زمین اس طرح برابر کر دی کہ کسی طرح کا نشان باقی نہ رہے اس کے بعد وہ باپ کے ہاتھی پر سوار ہوا اور حکم دیا کہ نقارے بجا دیئے جائیں۔

اس کے بعد میر منوں نے سارے سرداروں کو اپنے پاس طلب کیا اور دل ہلا دینے والے انداز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جو میرے ساتھ جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہے میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں جو جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہتا وہ اپنے خیمے میں شوق سے واپس جا سکتا ہے کیونکہ جنگ کے دوران میں پیٹھ پھیرنا تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے جہاں تک میرا تعلق ہے۔ تو جب تک تن میں جان ہے انشاءاللہ میدان جنگ سے قدم نہیں ہٹاؤں گا۔''

اس تقریر کے بعد میر منوں اپنے لشکر کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کے لشکریوں پر شاہین کی طرح جھپٹ پڑا مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں میر منوں نے شجاعت اور دلیری کا ریکارڈ قائم کر دیا وہ بار بار اپنا ترکش خالی کر رہا تھا اور آگے بڑھنے والے افغانوں کے سینے اپنے تیروں سے چھید رہا تھا وہ ہر طرف سے بے پرواہ ہو کر پورے عزم اور ہمت کے ساتھ مردِ میدان بنا ہوا تھا میر منوں کے ان حملوں نے افغان سپاہ میں ابتری پیدا کر دی تھی اور ان کے لشکر کے کئی حصوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

اس نازک مرحلے پر احمد شاہ ابدالی کو ایک اور مصیبت سے دوچار ہونا پڑا اس لئے کہ میر منوں کے کچھ لشکریوں نے آتشی تیر احمد شاہ ابدالی کے لشکر کے اس حصے میں پھینکے جہاں بارود خانہ تھا جس کے باعث بارود خانے کو آگ لگ گئی اور آناً فاناً دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہزار ایرانی لشکری موت کا لقمہ بن گئے جس وقت احمد شاہ ابدالی کے لشکر میں بارود میں آگ لگنے کی وجہ سے افراتفری کا عالم تھا اسوقت میر منوں اور ایک دوسرے سالار صفدر جنگ کے حملوں نے تباہی اور بربادی پھیلا کر رکھ دی تھی۔ احمد شاہ ابدالی نے دیکھا کہ اب دشمن کے حملوں کو روکنا اسکے بس کی بات نہیں رہی تو اس نے فوراً اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دیا اور سرہند شہر کی طرف بھاگا اور یہ ایک طرح سے ہندوستانی لشکر کے ہاتھوں احمد شاہ ابدالی کی شکست تھی

اس شکست کے بعد احمد شاہ ابدالی نے اپنے سالار میر تقی خان کو سفیر بنا کر ہندوستان کے بادشاہ محمد شاہ کے بیٹے احمد شاہ کی طرف بھجوایا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ صلح کا طلب گار ہے بشرطیکہ وہ علاقہ جو نادر شاہ کو دیا گیا تھا احمد شاہ ابدالی کے حوالے کر دیا جائے اگر یہ مان لیا جائے تو وہ افغانستان واپس چلا جائے گا۔

لیکن شہزادے اور میر منوں کو صلح کی بات سننا بھی گوارا نہ تھی انہوں نے نہایت تلخ جواب دیا اور احمد شاہ ابدالی کی کوئی بھی شرط ماننے سے انکار کر دیا احمد شاہ ابدالی نے جب دیکھا کہ اسے شکست تو ہو ہی چکی ہے اور یہ کہ ہندوستانی سالار اس کی کوئی شرط ماننے کے لئے بھی تیار نہیں تو اس نے اپنی خیریت اور عافیت اس میں سمجھی کہ وہ واپس چلا جائے لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا وہاں سے کوچ کیا لدھیانہ پہنچا دریائے ستلج کو عبور کر کے لاہور کی طرف چلا گیا۔

لاہور کی طرف جاتے ہوئے راستے میں احمد شاہ ابدالی کو خبر ملی کہ قندھار میں اس کے بھتیجے لقمان خان نے اس کے خلاف بغاوت کر دی ہے ساتھ ہی اسے یہ خبر ملی کہ لاہور میں بھی حالات اس کے خلاف ہیں لہٰذا احمد شاہ جب لاہور کے پاس سے گزر کر قندھار کی طرف جانے لگا تو پنجاب کے کچھ مسلح دستوں نے پشت کی جانب سے اس پر حملہ کر دیا اس کے لشکر کو خاطر خواہ نقصان پہنچایا اور اس کے لشکر کے بہت سے گھوڑے اور دوسرا سامان بھی اس سے چھین لیا۔

قندھار پہنچ کر احمد شاہ ابدالی نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ اپنے بھتیجے لقمان خان کی سرکوبی تھا لقمان خان احمد شاہ کے بڑے بھائی ذوالفقار خان کا بڑا بیٹا تھا احمد شاہ کا برتاؤ لقمان کے ساتھ وہی تھا جو باپ کا بیٹے کے ساتھ ہوتا ہے لقمان خان کو جب پتا چلا کہ اس کا چچا احمد شاہ ابدالی بڑی برق رفتاری سے قندھار کا رخ کر رہا ہے تو اس کے ساتھی اپنے اپنے گھروں میں دبک گئے یہ صورتِ حال دیکھ کر لقمان خان کے بعض لوگوں کو واسطہ بنا کر معافی مانگی لیکن احمد شاہ نے اسے دو تین روز قید میں رکھنے کے بعد جلاد کے حوالے کر دیا اور اس کی گردن اڑا دی۔

☆☆☆

دوسری فصل

اکثر خواب سچے ہوتے ہیں۔ وہ انسان کو نیند میں اس کی بھولے ہوئے ماضی بلکہ مستقبل کی تصویر بھی دکھاتے ہیں۔ خواب میں وہ ماضی میں گم شدہ اپنی شخصیت کی شناخت بھی کر سکتا ہے۔ قدرت کبھی کبھی انسان کو ایسے موقع فراہم کرتی ہے۔ علیم الحق حقی نے ایک بار پھر ایک نہایت منفرد موضوع پر قلم اُٹھایا اور تخلیق پائی یہ کہانی...... دوسری فصل، جسکی بُنیاد ہندوؤں کے عقیدہ آواگون (دوسرا جنم) پر رکھی گئی ہے۔ ناول

دوسری فصل کو **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مان پور کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کے خلاف شاندار فتح حاصل کرنے پر ہندوستان کے بادشاہ محمد شاہ نے میر منوں کو پنجاب کا گورنر مقرر کر دیا لیکن جلد ہی ہندوستان کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے اس لئے کہ 15 اپریل 1748ء کو ہندوستان کا شہنشاہ محمد شاہ انتقال کر گیا اس کی جگہ اس کا بیٹا احمد شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا یہ نیا بادشاہ زندگی کے دن حرم سرا میں گزارتا رہتا تھا جنگ کے آداب اور نظم وانتظام سے یکسر ناواقف تھا۔ اور خواجہ سراہوں کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا تھا اور درباری جو ناچ چاہتے نچاتے پھرتے تھے اس کے علاوہ وزیر قمر الدین کے جنگ میں مارے جانے کے بعد اب صفدر جنگ کو وزیر بنا دیا گیا تھا اور صفدر جنگ کو حکومت کی بقا اور استحکام کی اتنی فکر نہ تھی جتنی اپنے مستقبل کی وہ اپنے اقتدار اور مفاد کا تحفظ چاہتا تھا چنانچہ میر منوں کی شہرت سے متاثر ہو کر اس نے میر منوں کے خلاف سازشوں کے جال پھیلانے شروع کر دیئے اور اس کے مقابلے میں نئے نئے حریف پیدا کرنے لگا پہلے میر منوں پورے پنجاب کا حاکم بنایا گیا تھا لیکن اس غیر ذمہ دار اور کوتاہ اندیش صفدر جنگ نے غدار شاہنواز کو ملتان کا حاکم بنا دیا اس طرح میر منوں کی منصب داری میں کمی کر دی گئی تھی اس کے علاوہ ان دنوں پنجاب میں سکھوں کی بڑھتی ہوئی قوت نے بھی پنجاب کے امن امان کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا گو میر منوں دستِ آہنی سے سکھوں کو مغلوب کر لیا تھا لیکن ذرا گرفت ڈھیلی ہونے پر وہ پھر سرکشی اختیار کرنے لگتے تھے۔ احمد شاہ ابدالی کو جب ہندوستان کے ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے ہندوستان پر دوسرا حملہ کرنے کی ابتداء کی حملہ آور ہونے سے پہلے اس نے پشاور کے گرد نواح کے قبائل کو پیغام بھیج دیئے کہ وہ جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے کیل کانٹے سے لیس ہو کر تیار رہیں۔

آخر احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملے کی ابتداء کی میر منوں احمد شاہ ابدالی کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے روانہ ہوا ساتھ ہی دہلی سے احمد شاہ ابدالی کے خلاف مدد طلب کی اس وقت تک احمد شاہ ابدالی دریائے چناب کے دائیں کنارے تک پہنچ چکا تھا میر منوں اپنا لشکر لے کر دریائے چناب کے بائیں کنارے پہنچ گیا۔

کچھ دنوں تک اسی طرح چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں آخر احمد شاہ نے اس موقع پر اپنے لشکر کے دو حصے کیے ایک کی سربراہی خود رکھی اور شاہدرہ میں میر منوں کو اپنے ساتھ الجھائے رکھا دوسرا لشکر جہان خان کی سرکردگی میں دے کر اس نے لاہور کی طرف روانہ کر دیا۔

جہان خان نے مختلف مقامات پر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے دہشت پھیلا دی اس طرح وہ لاہور سے دو کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا یہاں تک کہ وہ دریائے راوی کے کنارے شاہدرہ پہنچ گیا لیکن لاہور شہر میں میر منوں کی طرف سے جو اس کا قائم مقام تھا اس نے جہان خان کا ڈٹ کا مقابلہ کیا اور اسے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے جہان خان ناکامی کی صورت میں احمد شاہ ابدالی سے جا ملا احمد شاہ ابدالی کے چناب تک پہنچ جانے اور جہاں خان کی تباہ کاریوں کی خبر برابر دہلی پہنچ رہیں تھیں لیکن شہنشاہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی تھی نہ وزیر صفدر جنگ نے میر منوں کی مدد کرنے کا کوئی فیصلہ کیا تھا گویا شہنشاہ اور غدار وزیر صفدر جنگ نے ایک طرح سے میر منوں کو قسمت کے حوالے کر دیا تھا۔

اس موقع پر احمد شاہ نے میر منوں سے صلح کرنے اور ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کیا احمد شاہ میر منوں کی شجاعت اور بہادری سے متاثر تھا میر منوں نے جب دیکھا کہ دہلی کی طرف سے اسے کوئی امداد نہیں مل رہی تو اس نے احمد شاہ ابدالی کی پیشکش کو قبول کر لیا اور صلح کرنے پر رضامند ہو گیا۔

صلح کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ دریائے سندھ کے مغرب کا سارا علاقہ احمد شاہ کی حکومت کا حصہ ہوگا اس کے علاوہ دیگر چار ضلعوں کا محاصل بھی احمد شاہ کے حوالے کیا جائے اور یہ چار اضلاع سیالکوٹ اورنگ آباد پشاور اور گجرات ہوں گے جن کا محاصل اس وقت چودہ لاکھ سالانہ تھا۔

درحقیقت یہ اس معاہدے کی تجدید تھی جو اس سے پہلے نادر شاہ ایرانی اور محمد شاہ کے مابین 1739ء میں طے پایا تھا صلح کا یہ معاہدہ طے کرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی اپنے لشکر کے ساتھ ملتان ڈیرہ غازی خان اور ڈیرہ اسماعیل خان سے ہوتا ہوا افغانستان واپس چلا گیا تھا۔

☆☆☆

ہندوستان پر دوسرا حملہ کرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی جب واپس افغانستان چلا گیا تو اسے نامساعد اندرونی حالات کا مقابلہ کرنا پڑا پہلے تو اسے خوفناک بغاوت کا سامنا ہوا اس سازش کے تحت اس کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا تھا اس سازش کا سرغنہ ایک شخص نور محمد تھا جو نادر شاہی عہد میں افغان لشکر کا سپہ سالار رہوا کرتا تھا احمد شاہ کے زمانہ عروج میں اس سے لشکر کی کمان چھین لی گئی تو وہ اس کے خلاف سیاسی جوڑ توڑ میں مصروف ہوگیا اگرچہ احمد شاہ نے نور محمد خان کی بڑی قدر افزائی کی تھی اور اس کو میر افغانستان کے خطاب سے نوازا تھا۔

لیکن ہوس اور اقتدار کی خلش نور محمد کو چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی اس نے بہت سے افغان سرداروں کو ساتھ ملا کر احمد شاہ پر حملہ آور ہو کر اس کے قتل کا فیصلہ کیا لیکن احمد شاہ ابدالی نے بڑی سختی اور بڑی شدت کے ساتھ اس بغاوت کو دبا دیا اور باغیوں کا خاتمہ کر دیا۔

اس کے بعد احمد شاہ اپنی سلطنت کی توسیع کی طرف راغب ہوا اس نے ارادہ کیا کہ اس کی سلطنت اسی وقت تکمیل کو پہنچے گی جب وہ ہرات مشہد اور نیشاپور پر قبضہ کر لے ہرات پر اس وقت ایرانیوں کا قبضہ تھا احمد شاہ ابدالی اس شہر پر حملہ آور ہوا بڑی سختی سے اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا آخر اپنے زوردار حملوں کے ذریعے احمد شاہ ابدالی نے ہرات کو بھی فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

اب اس نے نیشاپور کا رخ کیا اور اب وہ اپنے ماضی کی ہر ناکامی کو ہر صورت میں کامیابی میں تبدیل کرنا چاہتا تھا اس بار اپنے زوردار حملوں کے باعث احمد شاہ ابدالی نیشاپور شہر کو فتح کرنے میں کامیاب ہوگیا اور ایک فاتح کی حیثیت سے نیشاپور شہر میں داخل ہوا۔

اس سے پہلے نیشاپور کو فتح کرنے میں احمد شاہ ابدالی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا لہٰذا نیشاپور کے باشندوں کے خلاف احمد شاہ کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی اس نے نیشاپور کے باشندوں کو حکم دیا کہ وہ سب کے سب خالی ہاتھ جامع مسجد میں چلے جائیں لوگ اپنی بے بسی پر روتے چلاتے ہوئے فاتح کے حکم پر عمل کرنے پر مجبور تھے اور شہر کی جامع مسجد میں چلے گئے احمد شاہ ابدالی کے لشکری شہر پر حملہ آور ہوئے شہر کو لوٹا اور جلا دیا گیا تمام گھروں کی تلاشی لی گئی اور مال و متاع ضبط کر لیا گیا جامع مسجد کے سوا جہاں لوگ جمع تھے تمام مکانات مسمار کر دیئے گئے شہر کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا جس کے ملبے اور خندقوں میں بعد میں پانی بھر دیا گیا اور جو لوگ وہاں سے ہاتھ لگے انہیں غلام بنا لیا گیا۔

اس کے بعد احمد شاہ ابدالی اور اس کے لشکریوں کے حوصلے اس قدر بڑھے کہ انہوں نے طوفانی اور خونخوار یلغار کی جس کے نتیجے میں انہوں نے سبزوار شہر کو فتح کر لیا مشہد پر پہلے انہوں نے اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا تھا لیکن اب دوبارہ مشہد کو احمد شاہ ابدالی نے حملہ آور ہو کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔

ان کامیابیوں کے بعد احمد شاہ ابدالی نے اپنے لشکر کو مختلف سمتوں کی طرف پھیلا کر اپنی سلطنت کو مزید وسعت دی اپنے کچھ سالاروں کو لشکر دے کر اس نے دریائے آمو کی طرف روانہ کیا اور شمال مشرق کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا ان اطراف میں مختلف قبائل آباد تھے جنہوں نے اطاعت کا دم بھرنا شروع کر دیا۔

اس کے بعد احمد شاہ ابدالی کے لشکر نے مختلف علاقوں پر قبضہ کرتے ہوئے بلخ اور خرم شہر پر بھی قبضہ کر لیا تھا پھر احمد شاہ ابدالی کے لشکر نے مزید پیش قدمی کی اور آگے بڑھتے ہوئے بدخشاں ہندوکش کے دوسرے اضلاع اور کابل کے مغرب میں بامیان کو بھی فتح کر لیا تھا ان سارے مفتوح مما لک کی تنظیم اور استحکام سے فارغ ہو کر احمد شاہ ابدالی کے لشکر کا وہ سالار جس کا نام بیگی خان تھا واپس احمد شاہ ابدالی کے پاس قندھار پہنچ گیا تھا۔

☆☆☆

احمد شاہ ابدالی جب پچھلی بار پنجاب پر حملہ آور ہوا تھا تو یہ طے پایا تھا کہ پنجاب کے چار اضلاع کا محاصل ہر سال اسے ادا کیا جاتا رہے گا ان چار اضلاع کا ناظم ایک شخص ناصر خان کو بنایا گیا تھا اور وہ دو سال کا مالیہ لے کر بھاگ گیا تاہم ایک سال کی رقم میر منوں جمع کر سکا ان حالات کو دیکھتے ہوئے احمد شاہ نے میر منوں کو لاہور میں پیغام بھیجا کہ گزشتہ اقرار نامے کے مطابق جو اضلاع کابل کی تحویل میں دیئے گئے تھے ان کا مالیہ پابندی سے ادا کیا جائے گا لیکن ابھی تک کچھ بھی موصول نہیں ہوا اس واسطے میں بہتر خیال کرتا ہوں کہ مالیہ کی رقم بھجوا دو۔

احمد شاہ ابدالی کے اس پیغام کے جواب میں میر منوں نے کہہ بھیجا ناصر خان دو سال کا مالیہ لے کر بھاگ گیا ہے اور اس نے بدسلوکی بھی کی ہے اب ایک سال کی رقم واجب ادا ہے لینی ہے تو لے لو۔ اگر جنگ کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میر منوں نے نو لاکھ کی رقم احمد شاہ کی طرف بھجوا دی احمد شاہ نے نو لاکھ کی رقم وصول کر لی اس کے باوجود دریائے سندھ کو عبور کر کے پنجاب پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرنے لگا۔ میر منوں کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے بھی دریائے راوی کو عبور کر کے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا۔

اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے میر منوں نے لاہور شہر کے اطراف میں بڑی بڑی اور گہری خندقیں کھود لی تھیں میر منوں کو یہ بھی امید تھی کہ جب دہلی میں احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی اطلاع ملے گی تو نیا بادشاہ احمد شاہ کے حملے کی خبر سن کر ضرور میر منوں کی مدد کے لئے کوئی لشکر روانہ کرے گا بدقسمتی سے دہلی سے کوئی بھی لشکر میر منوں کی مدد کے لئے لاہور نہ پہنچا۔

آخر دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور دونوں لشکروں کے اگلے دستوں کی مڈبھیڑ سے لڑائی کا آغاز ہوا افغانوں نے برخودار خان اور عبدالصمد کی کمانداری میں تیز حملے کیے لیکن میر منوں اور اس کے سالاروں نے حملوں کو روک دکھایا ساتھ ہی میر منوں نے سامنے کی طرف سے حملہ آور ہونے کے ساتھ پہلوؤں سے بھی احمد شاہ ابدالی کے لشکر پر حملے شروع کر دیئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں اس موقع پر جنگ کا پانسہ احمد شاہ ابدالی کے خلاف ہو گیا تھا اس طرح وہ پورا دن لڑائی میں گزر گیا اور اس دن کی لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کے مقابلے میں میر منوں کا پلہ بھاری رہا۔

اگلے روز پھر گھمسان کا رن پڑا لیکن میر منوں کی بدقسمتی اس روز جنگ کے دوران سکھ فوج کا سردار سنت سنگھ اور دوسرا سالار کوڑا مل ہلاک

ہو گئے جس کی بناء پر میر منوں کے لشکر کے ایک حصے میں بد دلی پھیل گئی اور اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔

اپنے سالاروں کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے میر منوں نے پسپائی اختیار کی اور شہر کے اندر محصور ہو گیا اگلے روز احمد شاہ ابدالی اور اس کے لشکریوں نے لاہور کے نواحی مقامات کو جی بھر کے لوٹا اور اس کے بعد شہر کا محاصرہ کر لیا احمد شاہ ابدالی نے جب دیکھا کہ میر منوں شہر کے اندر محصور ہو کر جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور وہ بڑی استحکامت اور بہادری کے ساتھ اپنا دفاع کرے گا تو اس نے اپنے کچھ سرداروں کو جن میں شاہ ولی خان، جمال خان، غلام محمد پیرزادہ اور مفتی عبداللہ پشاوری شامل تھے۔ میر منوں کی طرف بھیجے اور میر منوں کو پیغام دیا کہ گزشتہ چار ماہ سے مسلمان، مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اب تم نے قلعہ بند ہو کر لڑنے کی ٹھان لی ہے کیا یہ آپس کی خون ریزی خدا اور اس کے رسول کو پسند ہو سکتی ہے حقیقت میں یہ اس کی مرضی کے خلاف ہے میری طرف سے یہ بہترین مشورہ ہے کہ اپنے کسی معتبر قاصد کو اختیار دے کر میری طرف بھجواؤ تا کہ صلح کے تصفیے کو آخری شکل دی جائے۔

احمد شاہ ابدالی کے اس خط کے جواب میں میر منوں نے خود اس سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا آخر وہ لاہور سے نکلا احمد شاہ ابدالی سے ملا اور دونوں نے آپس میں گفتگو کرنے کے بعد ایک معاہدہ طے کیا جس کی شرائط کچھ اس طرح تھیں۔

اوّل۔ لاہور اور افغانستان کے صوبے احمد شاہ ابدالی کی مملکت کا حصہ سمجھے جائیں گے۔

دوئم۔ معین الملک یعنی میر منوں حسب سابق ان صوبوں کا والی رہے گا۔

سوئم۔ اندرونی نظام میں میر منوں کے خلاف کسی قسم کی دخل اندازی نہ ہو گی۔

چہارم۔ میر منوں کے زیر اقتدار علاقوں میں جو فاضل مالیہ ہو گا وہ احمد شاہ ابدالی کو ادا کیا جائے گا۔

پنجم۔ اہم امور کا آخری فیصلہ احمد شاہ ابدالی کیا کرے گا۔

اس موقع پر احمد شاہ ابدالی نے یہ شرط بھی پیش کرنا چاہی کہ جن علاقوں کا میر منوں کو حاکم مقرر کیا گیا ہے وہاں احمد شاہ ابدالی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور اس کے نام ہی کے سکے ڈھالے جائیں لیکن میر منوں نے احمد شاہ ابدالی کی یہ پیشکش ماننے سے انکار کر دیا بہر حال دونوں میں صلح ہو گئی۔

اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے واپسی کا سفر کیا اس وقت کشمیر میں حالات کچھ عرصے کے لئے احمد شاہ ابدالی کے خلاف ہوئے تھے لیکن احمد شاہ ابدالی نے اپنا ایک لشکر کشمیر کی طرف بھجوایا اس لشکر کا سالار ایک شخص عبداللہ خان کو بنایا گیا وہ کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ وہاں جس قدر باغی عناصر تھے ان کا خاتمہ کر کے کشمیر کو فتح کر لیا اس طرح کشمیر کی خوبصورت وادی بھی احمد شاہ ابدالی کے تحت آ گئی تھی۔

☆☆☆

احمد شاہ ابدالی کے عہد حکومت کی سلطنت افغانستان

ان حالات اور واقعات کے بعد ایک روز لاہور کا حاکم میر منوں شکار کے لئے نکلا اچانک اس کا گھوڑا بدک گیا اور اپنی دونوں پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا جس کی وجہ سے میر منوں توازن کھو بیٹھا اس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دور لے گیا جس کی وجہ سے میر منوں انتقال کر گیا میر منوں کی انتقال کرنے کے بعد لاہور کے حالات بری طرح خراب ہونے لگے تھے ہر کوئی صوبہ پنجاب کا والی بننے کے لئے تگ و دو کرنے لگا تھا میر منوں کی وفات کے بعد دہلی کے بادشاہ احمد شاہ نے اپنے تین سالہ لڑکے شہزادہ مامون شاہ کو پنجاب کا حاکم اور میر منوں کے دو سالہ بچے محمد امین خان کو اس کا نائب مقرر کر دیا اور اصل حالات کو اپنی گرفت میں رکھنے کے لئے میر مومن قصوری کا انتخاب کیا گیا لیکن حالات بد سے بدتر ہونا شروع ہو گئے تھے میر منوں کی بیوی مغلانی بیگم زندہ تھی وہ نہایت ذہین اور باتدبیر خاتون تھی اگر وہ صنف نازک میں سے نہ ہوتی تو بلاشبہ پنجاب کی مستعد اور قابل ناظم کے طور پر سامنے آتی۔

لیکن دہلی کے بادشاہ احمد شاہ نے جو اپنے بیٹے اور میر منوں کے بیٹے کو حاکم مقرر کیا تھا تو یہ تقرری آخری نہ تھی اس لئے کہ گزشتہ صلح نامے کی رو سے پنجاب پر احمد شاہ ابدالی کا قبضہ تصور کیا گیا تھا اور وہی پنجاب کا حاکم مقرر کرنے کا بھی جواز تھا جب پنجاب میں مختلف لوگوں کو ریشہ دوانیوں کی وجہ سے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے تو میر منوں کی بیوی مغلانی بیگم نے احمد شاہ ابدالی سے اس سلسلے میں مدد طلب کی۔

مغلانی بیگم کے مدد طلب کرنے پر احمد شاہ ابدالی حرکت میں آیا پہلے پشاور پہنچا چند دن وہاں قیام کیا اس کے بعد دریائے سندھ کو عبور کر کے اس نے پیش قدمی شروع کی آخر احمد شاہ ابدالی اپنے لشکر کے ساتھ لاہور پہنچا اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے اپنے سالار جہان خان کو ایک لشکر دے کر آگے روانہ کیا جہان خان نے جالندھر کے دوآب پر قبضہ کر کے نور محل لوٹ لیا اور باشندوں کو تہہ تیغ کر دیا احمد شاہ ابدالی نے لاہور کی حکومت ایک شخص خواجہ مرزا جان جالندھر اور دوآب کی حکومت خواجہ عبید اللہ قبیح اور بیاس کے درمیانی علاقے یعنی کانگڑہ وغیرہ کی حکومت راجہ گھمن چاند کو دی اور خود بڑھتے ہوئے اس نے دہلی کا رخ کیا اس بار شاید احمد شاہ ابدالی دہلی پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

دہلی کے شہنشاہ احمد شاہ کو جب احمد شاہ ابدالی کی پیش قدمی کی خبر ملی تو اس نے صلح کی درخواست کی احمد شاہ ابدالی نے صلح کے لئے تین شرائط پیش کیں۔

اوّل۔ دو کروڑ روپے نقد ادا کیے جائیں۔

دوئم۔ دہلی کا شہنشاہ اپنی لڑکی احمد شاہ ابدالی کے عقد میں دے۔

سوئم۔ سرہند سے شمالی مغرب کی طرف کے تمام علاقے بشمول پنجاب کشمیر ملتان احمد شاہ ابدالی کے حوالے کر دیئے جائیں

احمد شاہ ابدالی کی یہ شرائط جب دہلی پہنچیں تو مغل بادشاہ اور اس کے وزیر غازالدین کی حالت قابل رحم تھی ان کے لئے لڑنا اور شرائط کو قبول کرنا مشکل تھا تاوان کی رقم اتنی زیادہ تھی کہ اکٹھی کرنا مشکل تھا احمد شاہ ابدالی کے سفیر کو واپس بھیجا گیا اور احمد شاہ ابدالی سے درخواست کی گئی کہ وہ دہلی پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ترک کر دے۔

احمد شاہ ابدالی کا سالار جہان خان پانی پت سے ہوتا ہوا دہلی کا رُخ کر رہا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے احمد شاہ ابدالی کا دوسرا سالا شاہ ولی خان بھی دہلی کا رُخ کیے ہوئے تھا ان دونوں کے پیچھے احمد شاہ ابدالی دہلی آ رہا تھا احمد شاہ ابدالی اپنے لشکر کے ساتھ جس روز دہلی کے گردونواح میں پہنچا وہ جمعے کا دن تھا اب دہلی اور اس کے گردونواح کے لوگوں کے لیے حالات بڑے گمبھیر اور خطرناک صورتِ حال اختیار کر چکے تھے اس موقع پر دہلی اور گردونواح کے علماء حرکت میں آئے اور انہوں نے ایک احسن قدم اٹھایا باہم فیصلہ کرنے کے بعد وہ ایک بات پر متفق ہوئے۔

دہلی کے لوگوں کو لوٹ مار اور قتل غارت گری سے بچانے کے لئے احمد شاہ کے نام کا خطبہ پڑھایا گیا جب احمد شاہ ابدالی کا خطبہ دہلی کی مساجد میں پڑھا گیا تو ہندوستان کے بادشاہ نے یہ خبر اس وقت سنی جب وہ تسبیح خانہ میں بیٹھا ہوا تھا اس نے اس کو اپنے زوال کا شگون لیا اس خبر سے دہلی کے بادشاہ نے حرم سرا خالی کر دیا اور بال بچوں کو لے کر اندرونِ خانہ چلا گیا۔

اب احمد شاہ ابدالی نے دہلی کے لال قلعے میں داخل ہونے کا ارادہ کیا شہر کے کوتوال فولاد خان کو بلا کر اس ارادے سے آگاہ کر دیا گیا تو کوتوال نے شہر میں منادی کروادی 28 جنوری کو احمد شاہ اپنے پڑاؤ سے نکل کر لال قلعے کی طرف روانہ ہوا دہلی کے بادشاہ نے فتح پوری مسجد کے پاس اس کا استقبال کیا اور توپوں کی سلامی سے احمد شاہ کی آمد کا اعلان ہوا لوگوں نے دوڑ کر اپنے مکانات میں پناہ لی کسی شخص نے باہر آنے کی جرأت نہیں کی نہ کسی مکان سے کوئی آواز سنائی دیتی تھی اس موقع پر ہندوستان کا مصروف ترین شہر اجڑا اجڑا دکھائی دیتا تھا۔

جب دن گزر گیا تو لوگوں نے سکھ کا سانس لیا اور احمد شاہ ابدالی حرم سرا میں داخل ہوا تو اس کے لشکر نے قلعے کی خندق کے پاس اپنے ڈیرے داخل دیئے۔

دہلی میں داخل ہونے کے بعد اب احمد شاہ ابدالی کو تاوانِ جنگ جمع کرنے کی سوجھی سب سے پہلے ہندوستان کا وزیر غازی الدین کو حکم ہوا کہ اس نے جتنے جوہرات شاہی جواہر خانہ سے لیجا کر اپنی حویلی میں رکھے ہیں احمد شاہ ابدالی کے حوالے کر دے جب وہ مطلوبہ رقم ادا کرنے سے قاصر رہا تو اس کی سخت توہین اور تذلیل کی گئی اس کے ساتھیوں کو مارا گیا جس پر ایک کروڑ روپے کے جواہرات اور تین لاکھ اشرفیاں اس سے برآمد ہوئیں ایک اشرفی کی قیمت سولہ روپے تھی اس کے بعد ایک دوسرے امیر انتظام الدولہ کی باری آئی جس نے وزارت حاصل کرنے کے لئے احمد شاہ ابدالی کو دو کروڑ کی رقم کی پیشکش کی تھی۔

انتظام الدولہ سے جب رقم کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے پہلوتہی کرتے ہوئے مختلف حیلے بہانے تراشنے شروع کر دیئے اور کہنے لگا اس کے پاس اس کے آباؤ اجداد کا خفیہ دفینہ موجود ہے جس کی خبر صرف میر منوں کی بیوی مغلانی بیگم کو ہے اس کی اس گفتگو کے جواب میں اسے اٹھا کر احمد شاہ ابدالی کے سامنے پیش کیا گیا جس پر اس کے لئے حکم جاری ہوا کہ اگر وہ ایک کروڑ روپے کا بندوبست نہ کرے تو لکڑی کے سر شاخہ باندھ کر ڈنڈوں سے اس کی پٹائی کی جائے۔

آخر جب وہ رقم ادا نہ کر سکا تو اسے کوڑے مارنے کی سزا کا حکم دیا کوڑے کھانے کی سزا سے ڈرتے ہوئے انتظام الدولہ نے کہا کہ اس کے پاس جو خزانہ ہے اس خزانہ کا پتا تو اس کی والدہ شولا پوری بیگم کو ہے۔

آخر شولا پور نام کی وہ خاتون جو کبھی ایک وزیر اعظم کی ساس دوسرے کی بیوہ اور تیسرے کی والدہ تھی پکڑ کر احمد شاہ ابدالی کے سامنے لائی گئی احمد شاہ ابدالی نے اسے دیکھ کر کہا کہ تم دفینے کا پتا بتا دو تو ماں بہن جیسا سلوک تم سے ہوگا ورنہ تمہاری انگلیوں کے ناخنوں پر میخیں گاڑھ دی جائیں گی۔

بوڑھی خاتون نے کہا مجھے جگہ معلوم نہیں مگر حویلی کے اندر خزانہ ہے احمد شاہ ابدالی نے برخوردار خان اور دوسرے سرنگ لگانے والوں کو حویلی کھودنے کے لئے بھیجا۔ دوپہر کو انہوں نے سولہ لاکھ روپے برآمد کیے۔ اس کے بعد کھدائی جاری رہی یہاں تک کہ حویلی سے ڈیڑھ کروڑ روپیہ نقد اور دوسری اشیاء اس کے علاوہ حویلی سے برآمد ہوئی تھیں کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس کے علاوہ اس حویلی سے ہیرے موتی جوہرات قالینوں سونے اور چاندی سے مرصع عصاؤں کے علاوہ قد آدم سونے کی دوسو موم بتیاں بھی برآمد ہوئیں تھیں ان سب پر احمد شاہ ابدالی نے قبضہ کر لیا یہ ساری دولت ہندوستان کے سابق وزیر محمد امین خان اور قمر الدین خان نے پچھتر سال میں جمع کی تھی جو پل بھر میں احمد شاہ ابدالی کے پاس چلی گئی تھی۔

صرف انہی لوگوں سے دولت نہ چھینی گئی بلکہ جو لوگ شہر سے بھاگ گئے تھے جن میں سعد اللہ خان راجہ ناگرمل ہیرانند وغیرہ ان کے گھروں کا بھی یہی حشر ہوا۔ افغان لوگوں کے مکانات کھول کھول کر جو چیز انہیں ملی اٹھا لے گئے ہر ایک گھر پر تاوان ڈالا گیا۔

خانہ شماری کرنے کے بعد ہر گھر والے سے اس کی استدعات سے زیادہ مطالبہ کیا جانے لگا مار پیٹ اور دست درازی کے واقعات روزانہ

کا معمول بن گئے سزا سے بچنے کے لئے لوگوں نے زیورات برتن تک فروخت کر دیئے لیکن ان چیزوں کو خریدنے والا کوئی نہ ملتا تھا سونا چھ روپے سے گیارہ روپے تک فی تولہ چاندی کے نرخ آٹھ آنے فی تولہ ہو گیا برتن روپے کے تین سیر بکتے تھے ان حالات سے مایوس ہو کر غریب لوگوں نے زہر کھا کر خودکشی کرنی شروع کر دی تھی بہت سے لوگ سزا کے زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے تھے جن لوگوں نے جرمانہ بھی ادا کر دیئے ان کے مکان جلا کر خاکستر کر دیئے گئے اس دار و گیر سے کوئی نہ بچ سکا۔ مکانوں کی کھدائی جاری تھی۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستان میں احمد شاہ ابدالی کے نام سے سکہ ڈھالا گیا یہ سکہ قندھار اور لاہور کے سکوں سے مشابہ تھا اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے اپنے بیٹے تیمور کا رشتہ ہندوستان کے بادشاہ سے طلب کیا جو منظور کر لیا گیا جس کے جواب میں احمد شاہ ابدالی نے بیس ہزار روپیہ نقد کپڑوں کے بیس تھال مٹھائی کے بیس ٹوکری شاہی محل میں بھیج دی ء اور اس کے بعد احمد شاہ ابدالی کے بیٹے تیمور کی شادی ہندوستان کے بادشاہ کی بیٹی گوہر افروز سے ہو گئی اور سرہند کا علاقہ جہیز میں عطا کیا گیا اسی موقع پر پنجاب کے مرحوم حاکم میر منوں کی بیٹی عمدہ بیگم کی شادی ہندوستان کے وزیر غازالدین سے طے پا گئی تھی۔

ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستان کے مغل بادشاہ نے احمد شاہ ابدالی سے شکایت کی کہ ان دنوں جگہ جگہ سرکش اور باغی جاٹ دندناتے پھرتے ہیں انہوں نے طاقت اور قوت حاصل کر لی ہے اور کئی شہروں میں انہوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے یہ خبر سن کر احمد شاہ ابدالی جاٹوں کے خلاف حرکت میں آیا جاٹوں میں ان کے دو سردار بڑے اہم تھے۔ ایک جواہر سنگھ اور دوسرا سورج مل ان کی سرکوبی کے لئے احمد شاہ ابدالی پہلے بلب گڑھ کی طرف بڑھا یہاں باغی جاٹوں کی بہت بڑی قوت تھی احمد شاہ ابدالی ان پر حملہ آور ہوا اور پہلے ہی حملے میں بلب گڑھ کو فتح کر کے باغیوں کو تہہ تیغ کرنا شروع کر دیا یہاں اکثر باغی مارے گئے احمد شاہ کے ہاتھ بارہ ہزار نقد چاندی سونے کے برتن گھوڑے اونٹ اور پارچہ جات اور غلہ اس کے علاوہ تھا اب احمد شاہ ابدالی نے متھرا کا رخ کیا اس لیے کہ جاٹوں نے اپنی طاقت اور قوت متھرا میں منتقل کر لی تھی جواہر سنگھ وہاں خود موجود تھا اور انہوں نے قسم کھالی کہ افغان ان کی لاشوں کو روند کر ہی متھرا شہر میں داخل ہوں گے احمد شاہ ابدالی کے لشکر نے بہر حال متھرا کی طرف پیش قدمی شروع کی شہر کے اندر جو جاٹوں کا لشکر تھا انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی مزید بدقسمتی کہ متھرا شہر کی کوئی فصیل یا خندق نہ تھی یہ پروہتوں اور یاتریوں کا شہر تھا بہت سے لوگ ہولی منانے کے لئے آئے ہوتے تھے سب سے پہلے احمد شاہ ابدالی کا سالار جہان خان شہر میں داخل ہوا لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی اس نے کھلی چھٹی دے دی تھی۔

کہتے ہیں احمد شاہ ابدالی جب متھرا شہر میں داخل ہوا اور اس کے لشکریوں نے غارت گری کا کھیل کھیلا تو بڑے بڑے بت افغانوں کی ضربوں سے شکستہ ہو کر گلی کوچوں میں پولو کے گیند کی طرح ٹھوکریں کھاتے پھرتے تھے متھرا کے بعد احمد شاہ ابدالی نے بندرابند کا رخ کیا وہاں بھی اس نے باغیوں کا قتل عام کیا اس طرح مختلف جگہوں پر باغی جاٹوں پر حملہ آور ہو کر احمد شاہ ابدالی نے ایک طرح سے ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد احمد شاہ ابدالی نے میر منوں کی بیوہ مغلانی بیگم کو جالندھر اور کشمیر کا کچھ علاقہ دیا۔ آرینہ بیگ کو دوآبہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ رنجیت دیو کو جموں میں بحال رکھا گیا اپنے ایک رشتہ دار ابراہیم کو کشمیر پر مقرر کیا اور ہندوستانی علاقوں کے انتظامات کے علاوہ سرہند

دوآبہ جالندھر لاہور کشمیر ٹھٹھہ اور ملتان کے لئے اپنے لڑکے تیمور کو شاہ کا خطاب دے کر منتظم مقرر کیا اسے لاہور میں قیام کرنے کا حکم ہوا اور ایک سردار جہاں خان کو اس کا نائب مقرر کیا گیا یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی واپس قندھار کی طرف واپس چلا گیا تھا۔

☆☆☆

ان واقعات کے بعد قلات کے حاکم نصیر خان نے ایک طرح سے احمد شاہ ابدالی کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا احمد شاہ ابدالی اس کے خلاف بھی حرکت میں آیا قلات کا اس نے محاصرہ کر لیا اس ٹکراؤ کے نتیجے میں قلات کے حاکم نصیر خان کو احمد شاہ ابدالی کے سامنے بے بس ہونا پڑا نصیر خان نے احمد شاہ ابدالی سے مصالحت کر لی آخر مصالحت کے لئے چار شرائط طے کی گئیں۔

پہلی یہ شرط طے ہوئی کہ نصیر خان احمد شاہ ابدالی کی بالادستی قبول کرے گا۔

دوسری شرط یہ کہ جب کبھی احمد شاہ افغانستان سے باہر کسی مہم پر جائے گا تو نصیر خان احمد شاہ ابدالی کے لشکر کے لئے اپنے لشکر کا ایک حصہ مہیا کیا کرے گا ان کے اخراجات اور اسلحہ کی فراہمی احمد شاہ ابدالی کے ذمے ہوگی۔

تیسری احمد شاہ نے وعدہ کیا کہ قلات کو کسی سدوزئی سردار کی حمایت میں لشکر بھیجنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا اور نہ ہی اس سے یہ توقع رکھی جائے گی کہ وہ افغانوں کے اندرونی اختلافات میں کسی ایک فریق کی جانب داری کرے۔

عہد نامے کی چوتھی شرط یہ تھی کہ نصیر خان آئندہ احمد شاہ ابدالی کو کوئی خراج ادا نہیں کیا کرے گا اس عہد نامے کے بعد احمد شاہ ابدالی قندھار چلا گیا۔

جن دنوں احمد شاہ ابدالی قلات کے والی نصیر خان کے خلاف برسرپیکار تھا ہندوستان میں دو قوتوں نے بہت زور اور طاقت پکڑ لی ان میں ایک مرہٹے دوسرے سکھ تھے مرہٹوں نے اس قدر طاقت اور قوت پکڑی کہ وہ پنجاب پر قبضہ کرنے سے متعلق سوچنے لگے ان کے پنجاب میں وارد ہونے کی وجہ سے سکھوں کو موقع مل گیا اور انہوں نے بھی اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ٹائیں ٹائیں فش

کتاب گھر پر پیش کیا جانے والا، گل نوخیز اختر کا مقبول ترین ناول، جسے پاک و ہند کے قارئین نے سند قبولیت بخشی۔ اُردو کا پہلا مکمل مزاحیہ ناول، ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ اس ناول کو ایک بار شروع کر کے ختم کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ ٹائیں ٹائیں فش کہانی ہے ایک غریب گھر کے سادہ لوح نوجوان کی جسے حالات ایک ارب پتی لڑکی کا کرائے کا شوہر بنا دیتے ہیں۔ اس کاغذی شادی سے پہلے اور بعد میں کمال عرف کمالے کی سادہ لوحی اور حماقتیں کیا گل کھلاتی ہیں، جاننے کیلیے پڑھیے ٹائیں ٹائیں فش۔ اسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

احمد شاہ ابدالی کو جب اس صورتِ حال کا علم ہوا تو اس نے اپنے سالار جہاں خان کو ایک لشکر دے کر پنجاب کی طرف روانہ کیا۔

اس وقت تک مرہٹے پنجاب میں طاقت اور قوت پکڑ چکے تھے جہاں خان اپنا لشکر لے کر پنجاب میں داخل ہوا تو مرہٹوں کے سالار صباجی پٹیل نے اس کا مقابلہ کیا دونوں لشکروں کے درمیان خون ریز جنگ ہوئی جس میں مرہٹوں نے افغانوں کو بدترین شکست دی جس کے نتیجے میں اس جنگ کے دوران جہاں خان کا بیٹا بھی مارا گیا جہاں خان خود بری طرح زخمی ہوا اور بڑی مشکل سے دریائے سندھ کو عبور کر کے پشاور کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔

ان حالات کی خبر جب احمد شاہ ابدالی کو ہوئی تو اس نے ہندوستان پر پانچواں حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

جہاں خان کی شکست اور زخمی ہو کر بھاگنے کے بعد ہندوستان کے بہت سے سالار اور امراء احمد شاہ ابدالی کو خطوط لکھنے لگے کہ مرہٹے ہندوستان میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے لگے ہیں لہٰذا وہ اپنا لشکر لے کر خود آئے اور یہاں کے لوگوں کو مرہٹوں کی تباہی اور بربادی سے نجات دے۔

احمد شاہ کو بلانے میں ہندوستان کے مغل شہنشاہ کی بھی مرضی تھی کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ سکھوں اور مرہٹوں کی وجہ سے چاروں طرف حالات خراب ہو رہے تھے لیکن مغل شہنشاہ کا وزیر غازی الدین اس کے خلاف تھا کہ احمد شاہ کو بلایا جائے لہٰذا اس نے خفیہ طور پر مغل شہنشاہ کو موقع پا کر قتل کر دیا احمد شاہ ابدالی کو مغل شہنشاہ کے اس طرح قتل ہونے کا بے حد دکھ اور صدمہ ہوا تاہم وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھا۔

سب سے پہلے مرہٹوں کا ایک لشکر داتا جی کی سرکردگی میں احمد شاہ سے ٹکرانے کے لئے سامنے آیا داتا جی نے یہ فیصلہ کیا کہ آگے بڑھ کر احمد شاہ ابدالی کا راستہ روک دے اس نے پانی پت کے نزدیک رامرہ گھاٹ سے دریائے جمنا کو عبور کیا اس کے لشکر میں جس قدر عورتیں اور بچے تھے وہ ایک شخص گو بند بلار اور جنکو جی کے ساتھ ایک لشکر کے تحت حفاظت میں چھوڑے اور خود آگے بڑھا۔

آخر داتا جی تھانیسر کے نزدیک احمد شاہ ابدالی کی راہ روک کھڑا ہوا جنگ کے شروع میں مرہٹوں کا پلہ بھاری دکھائی دیتا تھا اور افغان لشکر کے اگلے دستے پانچ ہزار سواروں کے مقابلے میں کچھ پیچھے ہٹے تھے لیکن جلد ہی جنگ کا رُخ بدل گیا کچھ دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی شام کے قریب احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو بدترین شکست دی اور انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

مرہٹوں نے احمد شاہ کے ہاتھوں اپنی شکست کو اپنی توہین سمجھا لہٰذا ان کا سالار داتا جی پیچھے ہٹا کرنال اور پانی پت سے ہوتا ہوا سونی پت پہنچا۔ اس کے بعد وہ براری گھاٹ کے پاس جا کے خیمہ زن ہوا یہاں وہ احمد شاہ ابدالی سے پھر ٹکرانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

یہاں مرہٹوں کا ایک اور سردار صباجی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ داتا جی سے آن ملا سب سے پہلے صباجی نے احمد شاہ ابدالی پر حملہ آور ہو کر فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن صباجی کی بدقسمتی کہ افغانوں نے حملہ آور ہو کر صباجی کے لشکر کو بدترین شکست دی اس کے بعد داتا جی بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جنگ میں کود گیا لیکن داتا جی کی بھی بدقسمتی کہ وہ بھی احمد شاہ ابدالی کے سامنے جم نہ سکا اور اس دوران مرہٹوں کا ایک اور سردار جنکو جی ایک بہت بڑا لشکر لے کر پہنچ گیا اس طرح احمد شاہ ابدالی کے مقابلے میں صباجی جنکو جی اور داتا جی تینوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ

ایک بار پھر جم کرلڑائی کرنے پر رضا مند ہو گئے ہولناک ٹکراؤ ہوا اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مرہٹوں کے تینوں سالاروں کو بدترین شکست ہوئی جنکو جی جنگ میں بری طرح زخمی ہوا بھاگ کھڑا ہوا صباجی بھی بھاگ گیا احمد شاہ ابدالی نے بھاگتے ہوئے مرہٹوں کا چالیس میل تک تعاقب کیا اور اس تعاقب کے دوران مرہٹوں کے بڑے سالار داتا جی کا ایک افغان نے سر کاٹ کر احمد شاہ ابدالی کے سامنے پیش کر دیا۔

دہلی کے بادشاہ کے قتل ہونے پر وزیر غازی الدین نے اورنگ زیب عالمگیر کے سب سے چھوٹے بیٹے کام بخش کے پوتے کو احمد شاہ ثانی کا لقب دے کر ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا تھا احمد شاہ ابدالی کیونکہ مرہٹوں کے خلاف بری طرح مصروف تھا لہٰذا اس نے نئے شہنشاہ کو حسب سابق دہلی کے لال قلعے میں رہنے دیا اور حالات کو جس ڈگر پر چل رہے تھے وہیں اس نے رہنے دیا اس لیے کہ اسے ابھی مرہٹوں سے نمٹنا تھا۔

مرہٹے اب ایک طرح سے احمد شاہ ابدالی کے خلاف انتقامی صورت اختیار کر چکے تھے وہ ہر صورت میں اپنی شکستوں کا بدلہ لیتے ہوئے احمد شاہ ابدالی کو پسپا کرنا چاہتے تھے لہٰذا وہ اپنی طاقت اور قوت کو سکندر آباد میں جمع کرنے لگے یہاں ان کا ایک سالار ملہار راؤ ہو کر بھی پہنچ گیا تھا۔ ملہار راؤ نے اپنے لشکر کے ساتھ سکندر آباد کو جی بھر کر لوٹا اس کے بعد مرہٹے اپنے اس سالار کی سرکردگی میں دریائے گنگا کو عبور کر کے دہلی کی طرف جانے والے شاہی خزانے کو لوٹنے کے درپے تھے احمد شاہ ابدالی کو جب مرہٹوں کے ان ارادوں کا علم ہوا تو اس نے اپنے سالاروں میں سے شاہ پسند خان قلندر خان اور جہاں خان کو پندرہ ہزار کا ایک لشکر دے کر مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

اس وقت تک مرہٹوں کا ہراول لشکر دریائے گنگا کو عبور کر چکا تھا احمد شاہ ابدالی کے لشکری بھی دریائے گنگا کو عبور کر کے مرہٹوں کے ہراول لشکر پر ٹوٹ پڑے اور مرہٹوں کو بدترین شکست دی۔

اس کے بعد احمد شاہ کے اس پندرہ ہزار کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے مرہٹوں کے بہت سے سالار اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ جمع ہو گئے ان سالاروں میں زیادہ اہم آنند رام۔ شیتا جی، کھاراڈے اس کا بیٹا فقیر جی کھاراڈے زیادہ اہم تھے۔

دریائے گنگا کے کنارے ایک بار پھر احمد شاہ ابدالی کے لشکر اور مرہٹوں کے ان سالاروں کے ساتھ ٹکراؤ ہوا مرہٹوں کو امید تھی کہ کیونکہ ان کے لشکر کی تعداد زیادہ ہے وہ احمد شاہ ابدالی کے لشکر کو بدترین شکست دیں گے لیکن الٹا احمد شاہ ابدالی کے سالاروں نے مرہٹوں کو ہولناک شکست دی اور اس جنگ میں مرہٹوں کے سردار آنند رام شیتا جی کھاراڈے اور اس کا بیٹا فقیر جی کھاراڈے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اس شکست نے مرہٹوں کے بڑے سالار ملہار راؤ ہولکر کے اوسان خطا کر کے رکھ دیئے تھے اور وہ اپنی جان بچا کر آگرہ کی طرف بھاگ گیا۔

مرہٹوں کا اس قدر نقصان ہوا کہ جنگ کے نتیجے میں مرہٹوں کا بھاگنے والے ایک سالار کیشو رائے نے مرہٹوں کے پیشوا بالا جی رائے کو ایک خط لکھا اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھی۔

"ابدالی اور ہندوستان کے روہیلے آپس میں مل گئے ہیں ان کے پاس ایک لشکر جرار کے علاوہ بے انتہا گولہ بارود ہے ان کی مؤثر مزاحمت ناممکن ہے ہم انہیں شکست نہیں دے سکتے بلکہ تاخیری حربے استعمال کر کے دکن سے کمک پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں اگر کمک آ گئی تو ہم متحد ہو کر دشمن کو ہرا دیں گے ہندوستان کا نجیب خان روہیلہ اور مراد آباد اور بریلی کے نام روہیلے قبائل ابدالی سے جا ملے ہیں سننے میں آیا ہے کہ کابل سے ایک اور

لشکر ہندوستان کے لئے روانہ ہو چکا ہے اگر آپ کے خاندان کا کوئی فرد اس جانب آ رہا ہے تو براہِ کرم اس کے ساتھ کچھ یورپین توپیں اور گولہ بارود بھیج دیں سورج مل جاٹ مادھو سنگھ اور شجاع الدولہ سب خوفزدہ ہیں ابدالی اور روہیلے داتا جی جیسے جنگ آزمودہ سردار کو مار کر بہت مغرور ہو گئے ہیں ملہار راؤ کے لشکری انہیں ہراساں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ابدالی مغلوں کی طرح نہیں ہیں وہ نہایت خونخوار اور جنگجو ہیں وہ حملہ کرنے اور لڑنے دونوں میں تیز ہیں انہوں نے دہلی کی مغل حکومت کو بالکل بے بس کر دیا ہے بلکہ اب تو مغل حکومت کا خاتمہ بھی ہوا چاہتا ہے۔''

احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں پے در پے شکستیں اٹھانے کے بعد مرہٹوں کے سالار ملہار راؤ نے آخر احمد شاہ ابدالی سے صلح کرنے کی ٹھانی احمد شاہ ابدالی کے سالاروں کے ہاتھوں شکست اٹھا کر وہ پہلے آگرہ کی طرف بھاگا تھا پھر اس نے بھرت پور کا رُخ کیا اور بھرت پور میں روہیلہ سردار حافظ رحمت خان سے رابطہ قائم کیا اور اس کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ حافظ رحمت خان احمد شاہ ابدالی کی طرف جائے اور احمد شاہ ابدالی کو کسی نہ کسی طرح طریقے سے افغانستان واپس جانے کی ترغیب دے ملہار راؤ نے یہ بھی کہا کہ جب احمد شاہ ابدالی واپس چلا جائے گا تو مرہٹے روہیلہ سردار نجیب اللہ پر حملہ آور ہو کر اپنی شکستوں کا انتقام لیں گے اس دوران کبھی بھی حافظ رحمت کے علاقوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی۔

لیکن حافظ رحمت اللہ خود روہیلہ تھا لہٰذا وہ اپنے روہیلہ رشتہ داروں کے خلاف مرہٹوں سے اتحاد نہیں کر سکتا تھا اور نہ احمد شاہ ابدالی کو یہ ترغیب دے سکتا تھا کہ وہ روہیلوں کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلا جائے۔

ابھی یہ صلح کی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ مرہٹوں کے سالار ملہار راؤ کو خبر پہنچی کہ مرہٹوں کا ایک بہت بڑا لشکر سداشیو راؤ کے زیر کمان دکن سے روانہ ہو چکا ہے اور بہت جلد وہ شمالی ہند میں احمد شاہ ابدالی کا مقابلہ کرنے کے لئے پہنچ جائے گا۔

کہتے ہیں یہ لشکر بڑی برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا گوالیار پہنچا اور دریائے چمبل عبور کر کے دھولپور کے نواح میں پہنچ گیا اس جرار لشکر میں بڑے بڑے مرہٹہ سالار بھی شامل تھے اس کا سالارِ اعلیٰ سداشیو بھاؤ مرہٹوں کے پیشوا باجی راؤ اول کے چھوٹے بھائی جمنا جی کا بیٹا تھا۔

مرہٹوں کے نئے لشکر کے سالار سداشیو راؤ نے اپنے جرار لشکر کے ساتھ سیدھا دہلی کا رُخ کیا دہلی میں اس وقت کوئی طاقت اور قوت نہ تھی دہلی کا قلعہ دار یعقوب علی خان تھا اس نے محصور ہو کر چند دن مقابلہ کیا احمد شاہ ابدالی دہلی سے دور تھا اور پھر برسات کا موسم تھا جس کی بناء پر احمد شاہ ابدالی بروقت دہلی کی مدد کے لئے نہ پہنچ سکا جب محاصرہ طول پکڑنے لگا تو قلعہ دار یعقوب علی خان نے اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کی پیشکش کی کہ اسے باحفاظت دہلی سے نکل جانے دیا جائے گا مرہٹوں نے یہ شرط مان لی اور 2 اگست 1760ء کو یعقوب علی خان نے قلعہ خالی کر دیا۔ سداشیو بھاؤ اپنے لشکر کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا اور شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔

مغلوں کے دارالحکومت میں مرہٹوں کا ہاتھ کچھ نہ لگا اسکی تمام دولت پہلے ہی نادر شاہ احمد شاہ اور وزیر غازی الدین نچوڑ چکے تھے سداشیو کو روپے کی فوری ضرورت تھی اس کے لشکریوں کو عرصے سے تنخواہ نہ ملی تھی دہلی میں ان کی نوبت فاقہ کشی تک آ گئی کہیں سے کوئی مالیانہ بھی نہیں آ رہا تھا اس پر آشوب زمانے قرض ملنا ناممکن تھا دولت مند لوگ یا تو شہر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے یا لوٹ لیے گئے تھے جو کسی صورت میں بچ رہے تھے وہ قرض مانگنے والوں سے کسی صورت پر اعتبار کرنے پر راضی نہ تھے۔

ان حالات میں سداشیوراؤ نے حکم دیا کہ شاہ جہاں کے دیوانِ خاص کی چاندی کی چھت اتار کر سکے ڈھال لیے جائیں چھت کا کچھ حصہ پہلے ہی وزیر غازی الدین اتار چکا تھا لیکن اس ترکیب سے بھی ایک مہینے سے زیادہ کام نہ چلا سداشیوراؤ نے دہلی کی حکومت پر ایک شخص نارو شنکر پنڈت کو مقرر کیا اسی دوران اسے خبر ملی کہ گنج پور کے مقام پر احمد شاہ ابدالی کا ایک خاصا بڑا خزانہ اور خوراک کا ذخیرہ پڑا ہوا ہے بھاؤ اس وقت سخت مصیبت کی حالت میں تھا اس کے آدمی اور گھوڑے فاقہ کشی پر مجبور ہو چکے تھے لہٰذا وہ بڑی تیزی سے گنج پور کی طرف بڑھا وہاں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے دس ہزار کا ایک لشکر تھا جس کے کماندار عبدالصمد خان محمد زئی اور قطب خان تھے مرہٹے زور دار انداز میں ان پر حملہ آور ہوئے عبدالصمد کو موت کے گھاٹ اتار دیا قطب خان زخمی ہوا اور کچھ افغان جنگ میں کام آ گئے کچھ بھاگ گئے گنج پور سے بھاؤ کو دو لاکھ من غلہ ساڑھے چھ لاکھ روپے نقد دس لاکھ مالیت کی دوسری قیمتی اشیاء کے علاوہ تین ہزار گھوڑے بہت سے اونٹ ہاتھ لگے یہاں مرہٹوں نے خوب لوٹ مار کی اور اپنی بھوک ننگ کو دور کر لیا۔

مرہٹوں کی حالت کافی حد تک بہتر اور مستحکم ہو گئی تھی انہوں نے دہلی کے پہلے بادشاہ احمد ثانی کو ہٹا کر مغلیہ سلطنت کے اور شہزادے کو شاہ عالم ثانی کے نام سے ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا تھا۔

☆☆☆

احمد شاہ ابدالی کے حکم سے ۱۷۵۷ء میں، لاہور میں ڈھالی جانے والی مشہور توپ ''زمزمہ'' جسے احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں پانی پت کی جنگ میں استعمال کیا۔ زمزمہ نام کی یہ توپ ''بھنگیاں دی توپ'' بھی کہلاتی ہے۔

احمد شاہ ابدالی کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پیش قدمی شروع کی تھی اور وہ پانی پت کے میدان کی طرف بڑھا تھا دوسری طرف مرہٹے بھی احمد شاہ پر ضرب لگانے کے لئے پانی پت کے تاریخی میدان کا رُخ کر رہے تھے پانی پت کے تاریخی میدان میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے شروع میں دونوں جانب سے گولہ باری ہوئی جس میں

افغانوں کی ہلکی توپیں جو آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جاسکتی تھیں مرہٹوں کے بھاری توپ خانے سے زیادہ مؤثر ثابت ہوئیں کچھ دیر بعد مرہٹوں کی توپیں اچانک خاموش ہوگئیں۔

اس لئے کہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ان کی بھاری توپیں بے اثر ہیں لہٰذا توپوں کو ایک طرف کر کے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔

اب دونوں لشکریوں میں گھمسان کا رن پڑا تھا مرہٹوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی افغانوں کو مار بھگائیں لیکن افغانوں کا پلہ بھاری ہوتا دکھائی دے رہا تھا اس موقع پر مرہٹوں نے جنگ جیتنے کے لئے ایک ترکیب استعمال کی۔ سداشیوراؤ کے ساتھ برائے نام سپہ سالار کی حیثیت سے اس کے پیشوا کا بیٹا وشواس راؤ بھی شامل تھا وشواس راؤ کو مرہٹے اپنے لشکر کے رسد کے حصے میں لائے اور اسے کہا کہ وہ اپنے لشکریوں کو للکار للکار کر انہیں ترغیب دے۔ اس طرح مرہٹوں نے اپنے لشکر کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی لیکن یہ ترکیب بھی ناکام رہی اس لئے کہ ان کے جان لیوا حملوں کے سامنے احمد شاہ ابدالی کے لشکری ٹس سے مس نہ ہوتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جنگ کے دوران مرہٹوں کو ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اس لئے کہ کچھ افغان طوفانی انداز میں مرہٹوں کے اس لشکر کے حصے پر حملہ آور ہوئے جہاں ان کے پیشوا کا بیٹا وشواس راؤ تھا افغانوں کا وہ حملہ اس قدر خوفناک اور زوردار تھا کہ اس حملے میں انہوں نے مرہٹوں کے پیشوا کے بیٹے وشواس راؤ کو موت کے گھاٹ اتار دیا وشواس راؤ کے مرنے سے مرہٹوں کے اندر ایک بے چینی اور بددلی سی پھیلنا شروع ہوگئی تھی اسے دور کرنے کے لئے سداشیو بھاؤ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ احمد شاہ ابدالی کے لشکر پر حملہ آور ہوا لیکن اس کی بدقسمتی کہ اس موقع پر ایک افغانی نے اسے زوردار انداز میں برچھا مارا جس کی وجہ سے وہ گھوڑے سے گر گیا دوبارہ اُٹھ کر گھوڑے پر سوار ہونا چاہتا تھا کہ پانچ افغان سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اس کے سر پر پہنچ گئے اس وقت سداشیو بھاؤ انتہائی قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا جس پر جوہرات ٹکے ہوئے تھے پانچ افغانوں نے اس کا سر کاٹ کر اس کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا اور اس کا کٹا ہوا سر احمد شاہ ابدالی کے سامنے پیش کر دیا۔

اس طرح مرہٹوں کا سپہ سالار اعلیٰ سداشیو بھاؤ اپنی شہرت اور ہندوستان پر مرہٹہ قوم کی بادشاہت کے خواب اپنے ساتھ لے کر موت کے گھاٹ اتر گیا اب باقی مرہٹوں کا ایک سپہ سالار جنکو جی رہ گیا تھا اس نے جب دیکھا کہ پیشوا کا بیٹا بھی مارا گیا ہے سداشیو بھاؤ بھی جنگ میں کام آ گیا ہے تو وہ بچے کھچے مرہٹوں کو لے کر شکست قبول کرتا ہوا بھاگ گیا اس طرح پانی پت کی جنگ اپنے فیصلہ کن انجام کو پہنچی۔

پانی پت کی اس جنگ میں مرہٹوں کا بہت نقصان ہوا صرف میدان جنگ میں اٹھائیس ہزار مرہٹے کام آئے ہزاروں میدان جنگ کے باہر فرار ہوتے ہوئے مارے گئے اور بہت سے لشکری سردی سے اکڑ کر مر گئے افغانوں کے ہاتھ بے انتہا مال غنیمت آیا تقریباً پانچ ہزار امراء اور عورتیں اور بچے جن میں سے سرداروں اور دیگر اعلیٰ عہدے داروں کے بچے بھی تھے قیدی بنا لیئے گئے افغانوں نے خوبصورت برہمن عورتوں کو ایک تومان تقریباً دس روپے کے عوض روہیلوں اور دیگر ہندوستانی سپاہیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اس کے علاوہ بے شمار جوہرات نقد رقم اسلحہ گھوڑے احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آئے لیکن اس عظیم اور فیصلہ کن فتح سے کوئی سیاسی فائدہ نہ اٹھایا۔

پانی پت کی جنگ شمالی ہندوستان میں مرہٹوں کی روز افزوں قوت کو کچل دینے کی سبب بنی اس وقت تمام مغل سلطنت بھی احمد شاہ ابدالی کے رحم و کرم پر تھی لیکن احمد شاہ نے اس موقع سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اس کی کئی وجوہات تھیں۔

ایک تو ہندوستانی لشکر احمد شاہ کے تابع نہیں تھا اور دوسرے احمد شاہ خود اپنے ملک اور وطن سے شدید لگاؤ رکھتا تھا اسے یہ منظور نہیں تھا کہ وہ مستقل طریقے سے ہندوستان میں آباد ہو جائے۔

ساتھ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اتنے بڑے ملک پر قندھار سے حکومت نہیں کی جاسکتی اس کے علاوہ ابھی ہندوستان کو پورے طریقے سے مسخر کرنے کے لئے اسے کئی سال مسلسل جنگ کرنا پڑتی جس کے لئے قندھار سے کوئی کمک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

کیونکہ بیچ میں پنجاب پڑتا تھا جہاں سکھوں کی طاقت ہر وقت اس کے اقتدار کی راہ میں مؤثر طریقے سے حائل ہو سکتی تھی ہندوستان میں احمد شاہ ابدالی کی دلچسپی صرف پنجاب تک محدود تھی جہاں وہ اپنے اقتدار کو اور بھی زیادہ مستحکم کرنا چاہتا تھا تا کہ ضرورت پڑنے پر وہ شمال ہندوستان تک آسانی سے پہنچ سکے اور اس کو کوئی رکاوٹ پنجاب میں نہ ہو اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ پنجاب میں اپنے منتظمین مقرر کرے اور اس نے ایسا ہی کیا۔

بہر حال احمد شاہ ابدالی پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکست دینے کے بعد فاتح کی حیثیت سے دہلی میں داخل ہوا مرہٹوں نے دہلی میں جو اپنا حاکم نارو شنکر مقرر کیا تھا وہ احمد شاہ ابدالی کی پانی پت کے میدان میں فتح کی خبر سنتے ہی دہلی سے بھاگ چکا تھا۔

احمد شاہ ابدالی جس وقت دہلی میں داخل ہوا اس وقت نیا بادشاہ، شاہ عالم ثانی بہار میں مقیم تھا اور اس کا بیٹا جواں بخت اس کی جگہ دہلی میں فرائض انجام دے رہا تھا اس موقع پر شاہ عالم ثانی نے بہار سے اپنا ایک نمائندہ جس کا نام منیر الدولہ تھا احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں بھیجا اور درخواست کی کہ اسے ہندوستان کا بادشاہ تسلیم کیا جائے۔

احمد شاہ ابدالی نے شرافت سے کام لیتے ہوئے شاہ عالم کی تخت نشینی کی تصدیق کر دی اور کچھ سرکردہ لوگوں کے کہنے پر ہندوستان کی تمام ریاستوں کے نام شاہی فرمان جاری کیا اور حکم دیا کہ وہ شاہ عالم ثانی کو دہلی کا بادشاہ تسلیم کریں اس وقت تک بنگال میں انگریز قدم جما چکے تھے اور ان کا سربراہ کرنل کلائیو تھا احمد شاہ ابدالی نے شاہی فرمان کے ذریعے کرنل کلائیو کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ شاہ عالم ثانی کو ہندوستان کا بادشاہ تسلیم کرے اس کے علاوہ ہندوستان میں جو روہیلے آباد تھے ان کے دو سرداروں غیب الدولہ اور شجاع الدولہ کو بھی اس نے حکم دیا کہ جب تک شاہ عالم ثانی بہار سے دہلی نہیں پہنچ جاتا اس کی غیر موجودگی میں اس کے بیٹے جواں بخت کو مغل سلطنت کا حاکم خیال کیا جائے ساتھ ہی اس نے نئے حکمران کے نام کا خطبہ اور سکے رائج کرنے کا حکم دیا اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے بہار میں شاہ عالم ثانی کو پیغام بھیجا کہ وہ دہلی آ کر اپنے آباؤ اجداد کا تخت و تاج سنبھال لے۔

پانی پت کی شکست کے باوجود مرہٹے ابھی تک کافی طاقتور تھے اور احمد شاہ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اسی دوران اسے خبر ملی کہ احمد شاہ ابدالی سے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے مرہٹوں کا پیشوا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ گوالیار کے نواح میں پہنچ چکا ہے۔ وہاں اس نے پڑاؤ کیا ہے اور اب وہ شمال کی طرف بڑھے گا۔

لیکن مرہٹوں کو شاید آگے بڑھنے کی جرأت اور ہمت نہ ہوئی ان کا پیشوا خرابی صحت اور سرداروں کے جنگ میں دلچسپی نہ لینے کی وجہ سے

پیش قدمی نہ کر سکا۔

اس موقع پر نیک نیتی اور شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کے پیشوا بالا جی راؤ کے غم کا احساس کرتے ہوئے اسے ایک خط لکھا اس لئے کہ پانی پت کی جنگ میں اس کا جوان بیٹا بھی وشواس راؤ چچازاد بھائی سداشیو بھاؤ اور متعدد سردار اور رشتہ دار مارے گئے تھے اپنے خط میں احمد شاہ نے اس کی اس محرومی پر اظہار ہمدردی کرتے ہوئے لکھا تھا۔

''کوئی ایسی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہمارے آپ کے درمیان لشکر رنجی قائم رہے یہ صحیح ہے کہ آپ کا بیٹا بھائی جنگ میں کام آئے لیکن یہ سب کچھ سداشیو بھاؤ کی وجہ سے اس نے ہمارے لیے سوائے جنگ کے کوئی راہ نہ چھوڑی بہر حال ہمیں آپکے نقصان پر تاسف ہے ہم دہلی کی حکومت کے معاملات آپ لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ کہ آپ شاہ عالم ثانی کی حمایت کریں اور دریائے ستلج تک پنجاب کا پورا علاقہ ہمارے پاس رہنے دیں ہماری خواہش ہے کہ آپ ماضی کے افسوسناک واقعات کو بھول کر ہمارے ساتھ پائیدار دوستی کی بنیاد رکھیں گے۔''

احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کی کمر توڑ دی تھی لیکن ہندوستان سے جانے کے بعد اس کی غیر موجودگی میں سکھ شورش برپا کرنے لگے ہندوستان سے قندھار کی طرف جاتے وقت احمد شاہ ابدالی نے اپنی طرف سے ایک شخص کریم داد خان کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا تھا لیکن اس کی غیر موجودگی میں جب پنجاب کے حالات سکھوں کی وجہ سے خراب ہونا شروع ہوگئے تو اس کی جگہ سر بلند خان کو حاکم مقرر کیا گیا سکھ کیونکہ چاروں طرف شورش برپا کرنے لگے تھے چاروں طرف حملہ آور ہونے لگے تھے لہذا سر بلند خان ان کے خوف سے جالندھر میں مقیم ہوگیا اور اپنی طرف سے سعادت یار خان کو اپنا نائب بنا کر لاہور میں مقیم کیا لیکن حالات درست نہ ہوئے چند روز بعد لاہور کا انتظام دیوان صورت سنگھ کے سپرد ہوا مگر اس نے بھی حالات میں بہتری پیدا نہ کی اس کے بعد اس کی جگہ قصور کے میر مومن خان کے لڑکے میر محمد خان کو حاکم مقرر کیا گیا لیکن وہ بھی سکھوں کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا۔

نومبر 1761ء میں دیوالی کے موقع پر سکھوں کے سرداروں میں سردار جتا سنگھ، سردار وجے سنگھ، سردار ہری سنگھ، گوبندر سنگھ، منا سنگھ اپنے اپنے جتھوں کے ساتھ لاہور پر چڑھ دوڑے اور سات روز تک یہاں قیام کر کے وہاں کے حاکم سے تیس ہزار کی رقم زبردستی وصول کی۔

یہ حالت دیکھتے ہوئے کچھ لوگوں نے پھر سکھوں کے حالات درست کرنے کے لئے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی۔

ان کامیاب سرگرمیوں کی وجہ سے سکھوں کے حوصلے بڑھے ان کا سردار جتا سنگھ ایک بہت بڑا لشکر لے کر لاہور شہر میں داخل ہوگیا لاہور شہر کے قلعے پر ابھی احمد شاہ ابدالی کی طرف سے خواجہ عبید اللہ کا قبضہ تھا شہر پر سکھوں کا تسلط پوری طرح نہیں جم سکا تھا اس کے باوجود انہوں نے سردار جتا سنگھ کو سلطان قوم کا خطاب دے کر لاہور کا بادشاہ بنانے کا اعلان کر دیا ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے احمد شاہ ابدالی ان پر ضرب لگانے کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ قندھار سے ہندوستان کا رخ کیے ہوئے تھا۔

لاہور میں اپنی بادشاہت کا اعلان کرنے کے بعد سکھوں نے فیصلہ کیا کہ پنجاب کے اندر جو جو لوگ احمد شاہ ابدالی کے حامی ہیں ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر کے پنجاب میں اپنی حکومت قائم کر دی جائے یہ فیصلہ دیوالی کے تہوار کے موقع پر کیا گیا اس موقع پر سب سے پہلے ان کی نظر

جنڈیالہ کے حکمران پر پڑی جنڈیالہ کا حاکم خود سکھ تھا۔ لیکن سکھوں کے خلاف تھا اس کا علاقہ جنڈیالہ امر تسر کے بارہ میل مشرق کی جانب تھا سکھوں کے بادشاہ جتا سنگھ نے جنڈیالہ کے سکھ حاکم عاقل داس کو پیغام بھیجا کہ وہ خالصہ یعنی سکھوں کے بادشاہ کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے جتا سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو عاقل داس نے ان کی یہ تجویز ماننے سے انکار کر دیا اور تیز رفتار سوار احمد شاہ کی طرف بھجوایا اور اسے مدد کے لئے پکارا۔

اس دوران تک احمد شاہ ابدالی کو سکھوں کی سرگرمیوں کی اطلاع مل چکی تھی وہ اپنے لشکر کے ساتھ پنجاب کی طرف کوچ کرتے ہوئے روہتاس پہنچا اس دوران سکھوں کا لشکر بڑی تیزی سے یورش کرتا ہوا جنڈیالہ کی طرف بڑھا اور جنڈیالہ کا انہوں نے محاصرہ کر لیا لیکن سکھوں کی بدقسمتی کہ اس وقت تک احمد شاہ ابدالی نزدیک پہنچ چکا تھا اپنے لشکر کے ساتھ جب وہ جنڈیالہ کی طرف بڑھا تو سکھ جنڈیالہ کا محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گئے سکھوں نے اپنی پوری طاقت اور قوت کو مالیر کوٹلہ میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا احمد شاہ ابدالی بھی یہ خبر سن کر بڑی تیزی سے مالیر کوٹلہ کی طرف بڑھا اور اپنے آگے آگے اپنے کچھ سرداروں کو لشکر دے کر روانہ کیا۔

احمد شاہ ابدالی نے جو اپنا لشکر آگے آگے روانہ کیا تھا وہ ابھی مالیر کوٹلہ سے ابھی چھ میل شمال کی جانب ایک موضع کے قریب پہنچا جس کا نام کپ تھا کہ سکھ راہ روک کھڑے ہوئے اور اس پر حملہ آور ہو گئے۔

کپ نام کے اس قصبے کے پاس سکھوں اور احمد شاہ ابدالی کے ہراول دستوں کے درمیان خوفناک ٹکراؤ شروع ہوا مالیر کوٹلہ میں اس وقت جو سکھوں کا بڑا لشکر تھا اسے جب اس ٹکراؤ کی خبر ہوئی تو وہ اپنے لشکر کے مدد کے لئے دوڑے اتنی دیر تک احمد شاہ ابدالی بھی وہاں پہنچ گیا سکھوں اور احمد شاہ ابدالی کے درمیان خوفناک ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا۔

میرے خواب ریزہ ریزہ

جو چلے تو جاں سے گزر گئے جیسے خوبصورت ناول کی مصنفہ ماہا ملک کی ایک اور خوبصورت تخلیق۔ میرے خواب ریزہ ریزہ کہانی ہے اپنے "حال" سے غیر مطمئن ہونے اور "شکر" کی نعمت سے محروم لوگوں کی۔ جو لوگ اس نعمت سے محروم ہوتے ہیں، وہ زمین سے آسمان تک پہنچ کر بھی غیر مطمئن اور محروم رہتے ہیں۔

اس ناول کا مرکزی کردار زینب بھی ہمارے معاشرے کی ہی ایک عام لڑکی ہے جو زمین پر رہ کر ستاروں کے درمیان جیتی ہے۔ زمین سے ستاروں تک کا یہ فاصلہ اس نے اپنے خوش رنگ خوابوں کی راہ گزر پر چل کر طے کیا تھا۔ بعض سفر منزل پر پہنچنے کے بعد شروع ہوتے ہیں اور انکشافات کا یہ سلسلہ اذیت ناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے رستوں کا تعین بہت پہلے کر لینا چاہیے۔

یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب ہے، جسے رومانی معاشرتی ناول سیکشن میں پڑھا جا سکتا ہے۔

اس ٹکراؤ کے نتیجے میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں سکھوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اب بھاگتے ہوئے سکھ جس بستی یا جس گاؤں کا بھی رُخ کرتے اور وہاں قیام کرنا چاہتے لوگ مکانوں کے دروازے بند کر لیتے اور انہیں پناہ دینے سے انکار کر دیتے یہاں تک کہ سکھوں کا وہ بھاگتا ہوا قافلہ سہ پہر کے قریب سبی کے دیہات میں پہنچا یہ گاؤں کوٹلہ کے افغانوں کی ملکیت تھا یہاں کے رانگڑھ دیہاتیوں نے بھاگتے ہوئے سکھوں کو گھیر لیا نا صرف ان کی لوٹ مار شروع کر دی بلکہ ان کا قتل عام شروع کر دیا۔

قتل ہونے والے اور لٹنے والے ان سکھوں کی خوش قسمتی کہ ان کا ایک اور سکھ سالار چڑ ھ سنگھ ایک بہت بڑا لشکر لے کر پہنچ گیا اور ان سکھوں کی جان اس نے ان رانگڑھوں سے چھڑائی دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کے لشکری بھی سکھوں کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے اس وقت تک انہوں نے سکھوں کی صف میں کئی شگاف ڈال دیئے تھے اور تعاقب کرتے ہوئے ایک طرح سے سکھوں کا قتل عام کر چکے تھے۔

بچے کھچے سکھ اب برنالہ کی طرف بھاگے برنالہ پٹیالہ کے سردار اعلیٰ سنگھ کی جاگیر میں تھا سکھ جب اس علاقے میں پناہ لینے کے لئے داخل ہوتے تو احمد شاہ ابدالی نے حکم دیا کہ برنالہ کے شہر اور علاقے پر قبضہ کر کے تمام علاقے کو تاراج کر دیا جائے برنالہ کے حاکم اعلیٰ سنگھ کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گیا یہاں بھی سکھوں کا خوب قتل عام ہوا بعد میں اعلیٰ سنگھ اپنی پوزیشن واضع کرنے کے لئے سرہند کے مقام پر احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں حاضر ہوا اور چھ لاکھ پچیس ہزار کی رقم کا شکرانہ پیش کیا ساتھ ہی اعلیٰ سنگھ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ آئندہ مالیانے کا ایک حصہ احمد شاہ کو بھیجتا رہے گا اس کی اطاعت سے خوش ہو کر احمد شاہ نے اس کے علاقوں پر دوبارہ اسے حاکم مقرر کر دیا تھا۔

اس ٹکراؤ میں صرف ایک دن دس ہزار سکھ موت کے گھاٹ اتارے گئے سکھوں کے لئے یہ ایک عظیم سانحہ کی حیثیت رکھتا تھا اور سکھ اپنی تاریخوں میں اس دن کو عظیم قتل عام کہتے ہیں۔

اس مہم کے بعد احمد شاہ ابدالی لاہور کی طرف پلٹا پنجاب کے اندر جس قدر سکھ تھے انہیں مرعوب کرنے کے لئے احمد شاہ ابدالی اپنے ساتھ پچاس چھکڑے لے کر آیا تھا جو جنگ کے دوران مرنے والے سکھوں کے کٹے ہوئے سروں سے بھرے ہوئے تھے ایسا کر کے احمد شاہ ابدالی ایک طرح سے سکھوں کو خوفزدہ کر کے اپنی اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کرنا چاہتا تھا لاہور پہنچ کر احمد شاہ ابدالی ایک بار پھر حرکت میں آیا اس نے اپنے لشکر کے ساتھ امرتسر پہنچا اور اس نے حکم دیا کہ شہر کے اندر جس قدر بھی سکھوں کے گردوارے ہیں انہیں بارود سے اڑا دیا جائے اور امرتسر کے اندر سکھوں کا جو مقدس تالاب تھا اسے بھی احمد شاہ ابدالی نے بھروا دیا تھا۔

ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کا یہ چھٹا حملہ تھا۔

☆☆☆

احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان سے قندھار کی طرف جانے کے بعد سکھوں نے پھر اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا اِدھر اُدھر چھپے ہوئے سکھ اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل آئے اور ہر طرف پھیل گئے اس مرتبہ انہوں نے اپنے آپ کو دو گروہوں میں تقسیم کر لیا ان میں سے ایک گروہ بڈھا دل یعنی بوڑھوں کا لشکر اور دوسرا تردنا دل یعنی جوانوں کا لشکر کہلاتا تھا یہ دو بڑے گروہ بارہ بارہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم

ہو گئے جنہیں بارہ کہتے تھے بڈھا دل نے پنجاب میں مختلف جگہوں پر اپنے مرکز قائم کیے جہاں سکھوں کے دشمنوں کو سزا دی جاتی تھی نردنا دل کی ذمے یہ کام تھا کہ امرتسر میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں ان کے جو گردوارے مقدس تالاب بھرے تھے انہیں پھر پہلی حالت میں لائیں۔

اب سکھوں نے اپنے لشکر کے ساتھ جالندھر کا رخ کیا جالندھر پر اس وقت احمد شاہ ابدالی کی طرف سے سعادت خان حاکم تھا سکھوں نے اسے مار بھگایا اور جالندھر پر قبضہ کر لیا کیونکہ اس شورش کا سن کر احمد شاہ ابدالی نے جہاں خان کو ان پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا لیکن سیالکوٹ کے نزدیک جہاں خان کو سکھوں کے مقابلے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اس طرح احمد شاہ ابدالی کی یہ مہم جس کا سربراہ جہاں خان تھا ناکام رہی اب سکھوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے۔

سکھوں نے اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لینے کے لئے مالیر کوٹلہ کا رُخ کیا۔ دریائے ستلج کو عبور کر کے مالیر کوٹلہ کی طرف بڑھے وہاں کا حاکم بیکن خان تھا اس نے سکھوں کا مقابلہ کیا لیکن سکھوں کے ساتھ ٹکراؤ میں وہ مارا گیا اس طرح مالیر کوٹلہ پر سکھوں نے قبضہ کر لیا اس واقعے کے بعد سکھوں کے حوصلہ بڑھ گئے انہوں نے رانگڑھوں کے علاقے کا رُخ کیا رانگڑھوں کے دو سرکردہ آدمی جانی خان اور مانی کو پکڑا ان کی وجہ سے کیونکہ مانی سے سکھوں کو نقصان پہنچا تھا لہٰذا ان دونوں کے علاوہ ان کی ساری نسل کو سکھوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اب سکھ لشکر نے سرہند کا رُخ کیا۔ سکھوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اب وہ جگہ جگہ دندناتے پھرتے تھے سکھوں کے جس لشکر نے سرہند کا رُخ کیا اس کے اندر بڑے بڑے سکھ سالار چڑ ڈسنگھ جھنڈا سنگھ گنڈا سنگھ، تارا سنگھ وغیرہ تھے ابھی وہ سرہند کے قریب ہی پہنچے تھے کہ پٹیالے کا اٹھی سنگھ ہمت سنگھ اور چین سنگھ بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر اُن سے آن ملے اس طرح انہوں نے سرہند کے نواح میں پڑاؤ کر لیا تھا۔

سرہند کا والی ان دنوں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے ذین خان تھا وہ مالیہ کی وصولی کے لئے شہر سے باہر گیا ہوا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ سکھ ایک لشکر لے کر سرہند پر قبضہ کرنے کے لئے آ گئے ہیں تو وہ پلٹا سکھوں کے ساتھ اس کا ٹکراؤ ہوا اس ٹکراؤ میں سکھ کامیاب رہے ذین خان کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

سرہند پر قبضہ ہونے اور ذین خان کی مارے جانے سے سکھوں کا کام اور بھی آسان ہو گیا پہلے انہوں نے جی بھر کے ستلج کے شمالی علاقوں کو لوٹا اس کے بعد فتح کے نشے میں بدمست ہو کر دریائے جمنا کو عبور کیا اور گنگا جمنا کے دوآبے میں گھس گئے 20 جنوری 1764ء کو سکھوں نے سہارن پور لوٹا اور اس کے بعد جالندھر کی طرف بڑھے وہاں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے سعادت خان حاکم تھا اسے جب سکھوں کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے اندازہ لگا لیا کہ اس کے پاس جو لشکر ہے اس کے ساتھ وہ سکھوں کو روک نہیں سکے گا لہٰذا سکھوں کی آمد سے پہلے وہ اپنی جان بچا کر بھاگ گیا جالندھر پر بھی سکھوں نے قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد سکھوں نے لاہور شہر کا رُخ کیا لاہور پر اس وقت احمد شاہ ابدالی کی طرف سے ایک شخص کابلی مل حاکم تھا سکھ لاہور پر حملہ آور ہونے کے بہانہ ڈھونڈ رہے تھے لہٰذا انہوں نے کابلی مل کی طرف پیغام بھجوایا اور مطالبہ کیا کہ ہم نے سنا ہے گزشتہ دنوں لاہور شہر میں چند گائیں برسرِ عام ذبح کی گئی ہیں لہٰذا گائے ذبح کرنے والے تمام لوگوں کی گردن ماردی جائے اور آئندہ کے لئے ان کا کاٹنا ممنوع قرار دیا جائے۔ سکھوں

کے اس مطالبے کے جواب میں کابلی مل نے کہلا بھیجا۔

وہ ایک مسلمان بادشاہ کا ملازم ہے اگر اس نے ایسا کوئی حکم دیا تو احمد شاہ ابدالی اسے بخشے گا نہیں تاہم سکھوں کو خوش کرنے کے لئے ان چند سرکردہ شہریوں کے مشورے سے دو یا تین قصابوں کے ہاتھ اور ناک کاٹ کر ان کے سامنے پیش کر دیئے ساتھ ہی سکھوں کو بھاری ہرجانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا یہ بھی طے پایا کہ سردار ہری سنگھ کا ایک وکیل نیک چند لاہور میں رہے گا اور کابلی مل اسے معقول معاوضہ دیتا رہے گا اور یہ لاہور پر سکھوں کے قبضے کا آغاز تھا۔

اس کے بعد سکھوں نے مزید پھیلنا شروع کیا انہوں نے ملتان کے علاوہ ڈیرہ اسماعیل اور ڈیرہ غازی خان پر بھی حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی گرفت میں لے لیا لاہور اور ملتان جیسے بڑے بڑے شہروں کے علاوہ سرہند اور جالندھر کے ہاتھوں سے نکل جانے کی خبر سن کر احمد شاہ ابدالی نے سکھوں سے نمٹنے کے لئے اٹھارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ پھر افغانستان سے روانہ ہوا۔

احمد شاہ ابدالی کا سب سے پہلا ٹکراؤ لاہور کے نواح میں ہوا یہاں پہلے تو گھمسان کا رن پڑا سکھوں نے پہلے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن جب احمد شاہ ابدالی نے ان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تو حسب سابق سکھ بھاگ کھڑے ہوئے اب احمد شاہ ابدالی ان کے تعاقب میں لگ گیا تھا سکھ بتیس میل مشرق کی طرف چک گرو کی طرف پسپا ہو گئے تھے ان کا تعاقب کئے احمد شاہ ابدالی جب وہاں پہنچا تو وہ وہاں سے بھی بھاگ گئے احمد شاہ ابدالی آگے بڑھتا ہوا امرتسر جا پہنچا وہاں کچھ سکھ پکڑے گئے کچھ نے احمد شاہ ابدالی سے مقابلہ کیا اور موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

امرتسر سے نکل کر احمد شاہ ابدالی نے جالندھر دوآب کا رُخ کیا جسے سکھوں نے اپنی طاقت کا مرکز بنا رکھا تھا۔ وہاں بھی سکھوں کو خوب روندا گیا ان کی طاقت اور قوت کو کاٹ کر رکھ دیا گیا اب سکھوں نے یہ طریقہ پکڑ لیا تھا کہ ڈٹ کر احمد شاہ ابدالی کے مقابل نہیں آتے تھے ادھر ادھر ہو جاتے تھے جب موقع ملتا چھپ کر اس کے لشکر کے کسی حصے پر حملہ آور ہو کر نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تھے دوسری طرف احمد شاہ ابدالی نے بھی ان پر حملہ آور ہو کر ان کی طاقت اور قوت کو کاٹنا شروع کر دیا تھا احمد شاہ ابدالی نے اس بار بھی سکھوں کی طاقت اور ان کی سرکشی کو کچل کر رکھ دیا ایسا کرنے کے بعد وہ دہلی کا رخ کرنا چاہتا تھا کہ مسلسل موسلا دھار بارشوں اور سیلاب کا سلسلہ شروع ہو گیا لہٰذا احمد شاہ ابدالی کے سالار مشورہ دینے لگے کہ لشکر کو دہلی جانے کے بجائے واپس جانا چاہیے گرمی اور برسات کا زمانہ افغانستان میں گزارنا چاہیے احمد شاہ ابدالی نے اپنے سالاروں کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور دہلی جانے کے بجائے سکھوں کو زیر کر کے وہ افغانستان واپس چلا گیا۔

احمد شاہ ابدالی کے جاتے ہی سکھوں نے پھر شور شرابا کرنا شروع کر دیا امرتسر کے بیساکھی کے میلے میں سارے سکھ جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ احمد شاہ ابدالی تو واپس جا چکا ہے لہٰذا لاہور پر قبضہ کر لینا چاہیے احمد شاہ ابدالی کی طرف سے لاہور کا حاکم کابلی مل اس زمانے میں کچھ لشکریوں کو بھرتی کرنے کے لئے جموں گیا ہوا تھا اس کی غیر موجودگی میں سکھوں کے سردار منہا سنگھ گوجر سنگھ اور کچھ دوسرے سردار ایک لشکر کے ساتھ لاہور کی طرف روانہ ہوئے پہلے انہوں نے اپنا پڑاؤ باغبانپورہ میں کیا وہاں انہوں نے کچھ ایسے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا جو لاہور کے قلعے میں ملازم تھے ان کے ذریعے سے انہوں نے ایک چور دروازے کو استعمال کیا اور شہر میں داخل ہو گئے اور قلعے پر قبضہ کر لیا اس وقت کابلی مل کا بھتیجا امیر سنگھ شہر میں

موجود تھا وہ اپنے محل سے نکلا اور شہر کی فصیل سے قلعے پر چند گولے چلائے اس دوران مزنگ کا تار سنگھ ایک تازہ دم سکھ لشکر کے ساتھ پہنچ گیا اور حملہ آور ہو کر کابلی مل کے داماد کو گرفتار کر لیا اس طرح احمد شاہ ابدالی اور لاہور کے حاکم کابلی مل کی غیر موجودگی میں سکھوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا اس فتح کو انہوں نے گرونانک کا عطیہ سمجھا اور اپنے سکے جاری کیے اور اپنے سکوں پر گرونانک کا نام کندہ کروایا۔

سکھوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد انہوں نے پٹیالہ اور سرہند کے علاوہ دوسرے بہت سے علاقوں پر بھی گرفت کر کے اپنی حکومت کو پھر مضبوط اور مستحکم کر لیا تھا۔

احمد شاہ ابدالی کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو ایک بار پھر اس نے ہندوستان کی طرف توجہ دی یہ اس کا ہندوستان پر آٹھوں حملہ تھا احمد شاہ ابدالی نے نومبر کے مہینے کے آخری دنوں میں دریائے سندھ کو عبور کیا اور بلا کسی مزاحمت کے روہتاس سے دس کوس کے فاصلے پر اس نے پڑاؤ کیا یہاں سکھوں نے اپنے مختلف سرداروں کے تحت احمد شاہ ابدالی پر حملہ کیا لیکن انہیں بدترین شکست ہوئی اس ٹکراؤ میں سکھوں کے کچھ سردار اور کثیر تعداد میں سکھ موت کے گھاٹ اتار دیئے باقی ماندہ جو شکست اٹھا کر بھاگے وہ دریائے جہلم میں ڈوب مرے یا قید کر لیے گئے۔

ایک بار پھر سکھوں کو شکست دینے اور ان کا قتل عام کرنے کے بعد احمد شاہ ابدالی نے پھر پیش قدمی کرنی شروع کی دریائے جہلم کو عبور کر کے چار دسمبر کو وہ گجرات پہنچا وہاں اس نے پڑاؤ کیا لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا اس کے بعد اس نے شاہ دولہ کے پل سے دریائے چناب کو عبور کیا اور راوی دوآب میں داخل ہو کر سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوا یہاں اورنگ آباد پسرور گجرات اور سیالکوٹ کے زمین داروں نے احمد شاہ ابدالی سے اس سلسلے میں تعاون کا اعلان کیا۔

اس کے بعد احمد شاہ ابدالی نے پھر کوچ کیا چند روز اس نے ڈسکہ میں قیام کیا اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے بھی کوچ کرتے ہوئے ایمن آباد کا رُخ کیا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر سکھوں میں کھلبلی مچ گئی اس وقت سکھوں کے سرداروں میں سے صوبہ سنگھ لنہا سنگھ گجر سنگھ، ہیرا سنگھ عجائب سنگھ ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ لاہور میں خیمہ زن تھے انہیں جب خبر ملی کہ احمد شاہ ابدالی ڈسکہ سے ایمن آباد پہنچا ہے اور بڑی برق رفتاری سے لاہور کا رُخ کر رہا ہے تو ان کے اندر کھلبلی مچ گئی اور وہ خوفزدہ ہو کر لاہور سے بھاگے اور مختلف سمتوں کو چلے گئے گجر سنگھ قصور چلا گیا۔ صوبہ سنگھ ہیرا سنگھ اور عجائب سنگھ نے بابا فرید کے پاکپتن کا رخ کیا اتنی دیر تک احمد شاہ ابدالی کے سالاروں میں سے جہان خان اور برخوردار خان بھی ایک لشکر کے ساتھ لاہور کے قریب پہنچے اور شہر میں داخل ہو کر لاہور پر وہ قابض ہو گئے۔

ان قصبوں اور شہروں میں سکھوں کی طاقت کو کچلنے کے بعد احمد شاہ ابدالی نے امرتسر کا رُخ کیا یہاں سکھوں کا احمد شاہ سے بھرپور ٹکراؤ ہوا اس ٹکراؤ کے نتیجے میں احمد شاہ ابدالی نے ایک بار پھر سکھوں کو بدترین شکست دی مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہاں چار ہزار سکھ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اس کے علاوہ احمد شاہ ابدالی نے امرتسر اور اس کے گردنواح میں سکھوں کی جو عمارتیں تھیں سب کو مسمار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

قبل اس کے کہ احمد شاہ ابدالی سکھوں کے خلاف ہندوستان مین مزید کارروائیاں کرتا کہ افغانستان میں اس کے حق میں کچھ سازشوں کی وجہ سے حالات خراب ہو گئے لہٰذا وہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا افغانستان میں 1773ء میں احمد شاہ ابدالی وفات پا گیا اور اس کے بعد پنجاب

پر سکھوں کا قبضہ ہوگیا۔

قندھار میں موجود احمد شاہ ابدالی کا مزار

احمد شاہ ابدالی بنیادی اعتبار سے ایک سپاہی تھا کیوں کہ لشکر ہی اس کی سیاسی طاقت اور قوت تھی اس لئے اس کی بیش تر توجہ اسی جانب منعطف رہی وہ اپنے لشکریوں کا بڑا خیال رکھتا تھا۔انہیں اپنی عظمت اور ناموری میں برابر کا شریک جانتا تھا ایک بار اپنے لشکریوں سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

''میں بھی ان میں سے ایک ہوں اور انہیں کی حمایت اور بل بوتے پر اس مرتبہ عالی تک پہنچا ہوں۔''

احمد شاہ ابدالی کا بیٹا تیمور شاہ، جو احمد شاہ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔

احمد شاہ ابدالی نے اپنی زندگی کی ابتداء ایک عام لشکری کی حیثیت سے کی پھر وہ ترقی کرتا چلا گیا جب قندھار میں وہ تخت نشین ہوا تو اس کے لشکر کی کل تعداد سولہ ہزار تھی۔اگلے سال چالیس ہزار ہوگئی ہندوستان کی مہمات کے دوران اس کے لشکر کی قوت بارہ ہزار سے اسی ہزار اور خراسان کی لڑائی میں ستر ہزار سے ایک لاکھ بیس ہزار تک جا پہنچی تھی۔اس طرح آہستہ آہستہ اس نے اپنی عسکری قوت کو اپنے عروج تک پہنچایا احمد شاہ ابدالی کے بعد اس کا بیٹا تیمور اس کا جانشین ہوا تھا۔

ختم شد